(۱۵)

تحقیقات ملیریا کوئی بخار نہیں

فہرست عنوانات

پیش لفظ ۴۷۹
ملیریا کیا ہے؟ (ملیریا کی تعریف) ۴۸۶
ایک مشاہدہ .... //
دوسرا مشاہدہ ۴۸۷
ایک تجربہ .... //
دوسرا تجربہ .... //
نتیجہ مشاہدات اور تجربات .... //
اصول نتائج .... //
اصول کی تشریح ۴۸۸
ملیریا کی دقیق تشریح .... //
ملیریا کے جراثیم ۴۸۹
ملیریا کے جراثیم کی پیدائش اور افزائش ۴۹۰
ملیریا کے جراثیم کی زندگی کا دور جسم انسان میں ۴۹۱
ملیریا کے جراثیم کی زندگی کا دور مچھر کے جسم میں ۴۹۲
ملیریا کا مچھر ۴۹۳
ملیریا کی تاریخ اور اس کی وسعت ۴۹۴
قدیم خیالات .... //
جدید تحقیقات .... //
ملیریا کے اسباب ۴۹۵
ملیریا کی تباہ کاریاں ۴۹۶
خوف و ہراس ۴۹۷
ملیریا کا مقابلہ .... //
ملیریا کے عوارض اور نتائج ۴۹۸
ملیریل کیکشیا .... //
تحفظ اور علاج ملیریا ۴۹۹
اوّل تدبیر .... //
دوسری تدبیر .... //
تیسری تدبیر ۵۰۰
ملیریا کے علاج اور ادویات کی تلاش ۵۰۱
ملیریائی بخاروں میں کونین اکسیر تسلیم کی گئی ۵۰۳
تاریخ کونین ۵۰۴
کونین کے نقصانات .... //
سنکونزم (Cinchoinsm) .... //
ملیریا بخاروں کے علاج ۵۰۵
ملیریائی بخاروں کے علاج کی دو صورتیں .... //
ملیریا کے زہر کے فوائد ۵۰۶
ملیریا کی حقیقت .... //
ایٹمی دور ۵۰۷
ملیریا کوئی بخار نہیں ہے ۵۰۸
ملیریا بخار کی افہام و تفہیم .... //
اوّل۔ بخار کی تعریف .... //
ماہیت بخار ۵۰۹
حرارت کیا ہے؟ .... //
اصلی حرارت اور عارضی حرارت ۵۱۰
حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا فرق .... //
حرارت غریبہ کی پیدائش ۵۱۱
حرارت غریبہ کی حقیقت .... //
کاربن کے کیمیاوی خواص ۵۱۲

کاربن کا جسم انسان پر اثر ۵۱۲
عمل تبخیر .... //
کاربن اور حرارت غریبہ .... //
حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا تعلق ۵۱۳
حرارت کی حقیقت .... //
فرنگی طب کی غلط فہمی ۵۱۴
بخار کی ماہیت .... //
فرنگی طب میں بخار کا تصور ۵۱۵
ایک اعتراض .... //
فرنگی طب میں بخار کی تعریف .... //
دوم- ملیریا کا تعلق جسم انسان کے ساتھ ۵۱۶
ملیریا کے زہر کا اثر صرف جگر اور طحال پر ہے ۵۱۸
اعتراض 1 .... ۵۱۹
اعتراض 2 .... ۵۲۰
اعتراض 3 .... //
اعتراض 4 .... //
اعتراضات کے نتائج ۵۲۱
ملیریا کی وبائی صورت .... //
عفونت کیا ہے؟ ۵۲۲
مچھر اور جراثیم کا محققانہ جائزہ ۵۲۴
فرنگی طب کی گمراہی .... //
حقیقت جراثیم .... //
پیدائش مچھر اور جراثیم ۵۲۵
مچھر اور جراثیم انسانی صحت کے محافظ ہیں .... //
کونین کے اثرات وافعال اور خواص ۵۲۶
کونین کے اثرات .... //
کونین کے افعال ۵۲۷
کونین کے خواص .... //
کتاب حمیات اجامیہ پر ایک نظر ۵۲۸
حمیات اجامیہ کی وجہ تسمیہ ۵۲۹
قدیم خیالات ۵۳۰
جدید تحقیقات ۵۳۱
برکین کے مضر اثرات ۵۳۴
ضمیمہ ۵۳۶
امیونٹی-مناعت .... //
حقیقت مناعت .... //
فرنگی طب میں مناعت ۵۳۷
اسباب استعداد مناعت .... //
عمومی مناعت کی اقسام .... //
مقامی مناعت .... //
مناعت اور قوت حیات ۵۳۸
حقیقت مناعت .... //
قوت مدبرہ بدن ۵۳۹

پیش لفظ

الحمدللّٰہ ربّ العالمین. الصلوۃ والسلام علی رحمۃ اللعالمین. امابعد ۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. انّ اللّٰہ لا یستحیٖ ان یّضرب مثلا مّا بعوضۃً فما فوقھا. فامّا الّذین اٰمنوا فیعلمون انّہ الحق من رّبھم. و امّا الّذین کفرو افیقولون ماذا اراد اللّٰہُ بھٰذا مثلاً. یُضِلّ بہٖ کثیرا و یھدی بہ کثیرا. وما یُضلّ بہٖ الاّ الفاسقین.

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں (جوصرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ) تمام عالمین کا ربّ (پرورش کرنے والا) ہے، تمام درود اور انتہائی سلام (اس رہبرِ انسانیت کے لئے ہیں) جو تمام عالمین کے لئے رحمت (کا پیغامبر ہے) اس کے بعد پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان کی طرف سے جو مردود ہے (کیونکہ اس کی پیدائش دھویں سے ہے)۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کی مہربانیاں عام ہیں (جیسے ہوا عام ہے) اور اس کی رحمتیں بوقت ضرورت میسر آتی ہیں (جیسے پانی بوقت ضرورت میسر ہو جاتا ہے)۔ تحقیق اللہ تعالیٰ (جب اپنی مخلوقات کا ذکر کریں) تو نہیں شرماتے مثال بیان کرنے میں مچھر کی یا اس سے بھی زیادہ (ادنیٰ وغیر مرئی مخلوق اور حیوانی ذرات کرم وغیرہ جیسے خلیہ و امعا اور جرثومہ ہیں) جو لوگ (حقیقت) پر ایمان رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں ان کی طرف سے حق بات کیا ہے۔ اور جب حق بات کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے۔ اس میں بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے راہ پاتے ہیں۔ بھی گمراہ نہیں ہوتے۔ مگر خاص لوگوں میں سے''۔

قرآن حکیم میں اس مقام پر مچھر اور اس سے بھی زیادہ ادنیٰ حیوانی مخلوق اور حیوانی ذرات کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ اس سے قبل انسان کی پیدائش کا ذکر آیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی اسی طرح پیدا کیا گیا یعنی انسان سے انسان۔ گویا انسان کا سلسلہ پیدائش تناسل سے ہے۔ اس کے بعد قرآن حکیم نے زمین آسمان کا ذکر کر کے بارش کا ذکر کیا ہے اور اس سے پھل پیدا کئے گئے ہیں جو مخلوقات کے لئے رزق ہے۔ گویا بارش کے بعد زمین میں پیدائش کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے پھلوں کے ساتھ ساتھ مچھر اور حیوانی مخلوقات اور ذرّات کا پیدا ہونا بھی اس طریق پیدائش پر ہے جیسے پھل یعنی تقسیم در تقسیم۔

بارش اور نباتات کے بعد مچھر اور اس سے بھی زیادہ ادنیٰ مخلوق اور جراثیم کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اب انسان کا فرض ہے کہ ان نام حقائق پر غور وفکر کرے۔ اگر یہ غور وفکر فطرت اللہ کے مطابق ہے تو اس کے نتائج صحیح وصالح اور ارتقائی ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی یہ مچھر اور زاثیم کیوں پیدا کئے گئے ہیں؟ کیا یہ بے فائدہ یا صرف نقصان رساں مخلوق ہے یا ان کے اثرات میں کچھ فوائد بھی ہیں؟ جن لوگوں نے ان

حقائق پر قانون فطرت کے مطابق غور وفکر کیا تو اس کے مفید اثرات اور صالح اعمال سے آگاہ ہو کر نہ صرف مستفید ہوتا ہے بلکہ ان کے مضر اثرات سے بھی دور رہ سکتا ہے۔ جیسے آگ جلاتی ہے، ظاہرہ یہ اس کا مضر اثر ہے لیکن انسان اس کے اس جلانے ہی سے فوائد حاصل کرتا ہے اور اس کے نقصانات سے دور رہتا ہے۔ ما خلقت هذا باطلا.

یہی صورت مچھر و جراثیم اور دیگر ادنیٰ مخلوقات کی ہے۔ رب العالمین نے ان کی پیدائش میں اثرات و افعال اور خواص و فوائد رکھے ہیں ہم ان سے واقف ہو کر مستفید ہوں تاکہ انسانی زندگی میں جہاں کہیں بھی اس کے مفید اثرات اور فوائد کی ضرورت ہو حاصل کریں۔ اور ساتھ ہی اس کے مضر اثرات اور نقصانات سے بچ سکیں۔ لیکن فرنگی طب نے ان کو صرف نقصان رساں ہی بتایا ہے۔ ان کے فوائد کا ذکر نہیں کیا، بلکہ یہی تاکید کی ہے کہ جہاں پر بھی یہ مخلوق نظر آئے فنا کر دی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس مچھر اور جراثیم کی پوری حقیقت اور فوائد سے واقف نہیں ہے اس لئے وہ گمراہی کا شکار ہوگئی ہے اور جن لوگوں نے اس کی بات کو حق جانا ہے، وہ بھی ان کے ساتھ گمراہی میں شریک ہیں۔

فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کہتی ہے کہ مچھر اور جراثیم سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ اس کے فوائد اور مفید اثرات کیا ہیں۔ جہاں تک اس کے استفادی پہلو کا تعلق ہے دونوں بے خبر ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کو علم نہیں ہے کہ

- ○ — مچھر اور جراثیم کیوں پیدا ہوتے ہیں؟
- ○ — ان کی پیدائش کس مادے سے ہے؟
- ○ — جسم انسان کو ان کی کیا ضرورت ہے؟
- ○ — یہ صرف بخار ہی کا باعث ہے یا خون اور جسم میں کوئی مفید عمل بھی انجام پاتا ہے؟
- ○ — مچھر ایک زہر ہے۔ یہ جسم انسان کے کسی عضو خصوصاً مفرد عضو اور اس سے بھی آگے بڑھیں تو کسی قسم کے خلیات و انسجہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان کا کیا اثر ہوتا ہے؟ یعنی ان کے افعال اور ان کے کیمیاوی تغیرات میں کیا صورت اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان سوالات کے جواب فرنگی طب کے پاس نہیں ہیں، اس لئے وہ ملیریا کی صحیح حقیقت سے بالکل ناواقف ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علاج الامراض میں فرنگی طب کے ہاں مفرد اعضاء کا تصور ہی نہیں۔ مفرد اعضاء سے علاج تو رہا ایک طرف فرنگی طب میں علاج بالاعضاء کا ذکر ہی نہیں ہے۔ ان کے ہاں تو جراثیم اور اس کے سمیات کو باعث امراض سمجھا جاتا ہے اور انہی کا فنا کرنا ان کے طریق علاج میں شامل ہے۔

فرنگی طب فزیالوجی (منافع اعضاء) میں مرکب عضو میں مفرد عضو اور ان کی بناوٹ جو خلیات انسجہ سے ہوئی ہے ان کا ذکر کرتی ہے مگر ان کا تمام طبی لٹریچر اس امر سے خالی ہے کہ اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء اور ان کے خلیات و انسجہ کی خرابی پیدائش امراض میں کیا اہمیت رکھتی ہے۔ اگر وہ ان کو پیدائش امراض کے اسباب تسلیم کریں تو لامحالہ ان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جراثیم باعث مرض نہیں ہیں۔ جہاں کہیں بھی فرنگی طب میں خلیات و انسجہ کا ذکر ہے اس کی صرف یہ صورت ہے کہ وہاں پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فلاں جراثیمی مرض میں خلیات اور انسجہ کی کیا صورت ہو جاتی ہے۔ نتائج امراض بیان کئے گئے ہیں، سبب واصلہ اور فاعلہ نہیں تسلیم کیا گیا۔ وہ سبب واصلہ اور فاعلہ (ایکسائٹنگ کاز) صرف جراثیم کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ دراصل سبب سابقہ (پر پوزنگ کاز) ہیں۔ کیونکہ اعضاء خصوصاً مفرد عضو میں جب تک بگاڑ نہ ہو مرض کی صورت نمودار نہیں ہو سکتی، جیسے کہ فرنگی طب خود مانتی ہے کہ جب تک کسی عضو کی مناعت مضبوط ہے، جراثیم اپنا اثر نہیں کر سکتے، تو پھر

خلیات و انسجہ کے بگاڑ کو ابتدائی مقام کیوں نہ دیا جائے کہ وہ مفرد اعضاء کے ابتدائی یونٹ ہیں۔ جب جسم انسان میں ابتدائی یونٹ کے تغیرات کو سمجھ لیا جائے تو اعضاء اور امراض کے تعلق کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

فرنگی طب ہر عضو کی امیونٹی (مناعت) کی خرابی کا ذکر تو کرتی ہے۔ لیکن اس کو اس امر کا علم نہیں ہے کہ امیونٹی ہے کیا شے اور ہر عضو کی امیونٹی (مناعت) ایک قسم کی شے ہے یا جدا جدا کوئی شے ہے۔ ان کی کتب ان حقائق سے خالی ہیں۔ اگر ان کو اس امر کا علم ہوتا تو وہ مختلف امراض سے بچنے کے لئے جراثیم سے دور رہنے کے ساتھ ساتھ جسم میں وہ امیونٹی پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ مثلاً ملیریا سے بچنے کے لئے وہ مچھر دانی کا ذکر کرتے ہیں اور کونین کے روزانہ استعمال کی تاکید ہے۔ لیکن کونین تو ملیریا بخار کا علاج ہے، جس سے فرض کر لیتے ہیں کہ ملیریائی جراثیم مر جاتے ہیں۔ لیکن اس امر کا ذکر نہیں ہے کہ ملیریا فلاں عضو پر اثر کرتے ہیں۔ اس لئے امیونٹی مضبوط کرنے کے لئے فلاں دوا کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ عضو کی خرابی اور اس کی امیونٹی (مناعت) کی مضبوطی کا ذکر کریں تو اس طرح ان کو ہر مرض اور بخار میں کرنا پڑے گا۔ جیسے نتیجہ میں جراثیم خصوصاً ملیریل جراثیم کی خصوصیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اور ملیریا کے نام سے کوئی بخار موسوم نہیں رہ سکتا ہے۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ ملیریا ایک خاص قسم کا زہر ہے۔ جو جسم انسان میں موسم و ماحول کی خرابی اور مچھر کے کاٹنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ کیوں پیدا ہوتا ہے، اس کے فوائد کیا ہیں؟ ان حقائق کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے (ان حقائق کا ہم نے کتاب میں ذکر بھی کر دیا ہے) تو پھر بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ملیریا اسی قسم کا زہر ہے جیسے دیگر حشرات الارض اور دیگر نباتی و جماداتی زہر ہیں۔ جن کا شمار مشکل ہے۔ کیا ہر زہر کے نام پر ایک بخار مقرر کیا جائے۔ جیسے فرنگی طب میں ہیں چوہے کاٹنے کا بخار، رتیلی مکھی کاٹنے کا بخار، مکڑی کا بخار، وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے جراثیم جدید تحقیقات ہیں اس لئے خاص قسم کے زہر سے موسوم کرنا ضروری ہے تو پھر نمونیا و پلراسی اور ٹی - بی اور کتار کے بھی تو جراثیم معلوم کئے گئے ہیں۔ ان کے ناموں کو بالا اعضاء اور بالا علامات کیوں رکھا گیا ہے۔ اگر صرف اسی نکتہ نظر سے غور کریں تو امراض کی ایک بہت طویل فہرست ملتی ہے جن کے جراثیم تو فرنگی طب کو معلوم ہیں لیکن ان کے نام جراثیمی زہر پر نہیں ہیں مثلاً سوزاک، آتشک، چیچک، خسرہ، انفلنزہ، ہیضہ اور طاعون وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ہم ان ناموں کو بھی علاماتی نام کہتے ہیں۔ صحیح نام صرف وہ ہیں جن میں کسی مرض کا تعلق اس کے عضو کی خرابی سے وابستہ ہو۔ اس سے نہ صرف تفہیم مرض کا پتہ چلتا ہے بلکہ تشخیص اور علاج میں بھی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جب ملیریا بخار یا موسمی بخار کا تعلق جگر کی خرابی سے ہے جس میں صفراوی پیدائش اور حرارت کی پیدائش رُک جاتی ہے یا جسمانی ضرورت کیمطابق کم ہو جاتی ہے، جس کو ملیریا بخار یا موسمی بخار پورا کرتا ہے۔ طب یونانی میں اس کو حمی غب صفراوی بخار یا شطر الغب (صفراء مرکب یا بلغمی بخار) کہتے ہیں، جگر کی خرابی ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ تو اس بخار کا نام ملیریا کی بجائے حمی کبدی (جگری بخار) ہونا چاہئے۔ یہ بخار قدرت مدبرہ فطری اصولوں پر اس لئے پیدا کرتی ہے کہ جگر کی امیونٹی (مناعت) یعنی اس کی مقرر مقدار اپنی ضرورت سے کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا صحیح علاج بھی یہی ہے کہ بخار اتارنے کی بجائے جسم کی حرارت اور صفراء پورا کیا جائے تاکہ مریض اس کمی کی وجہ سے زیادہ خوفناک امراض میں گرفتار نہ ہو۔ جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ بخار مرض نہیں ہے بلکہ جسم میں گرمی کی کمی کا احساس ہے تو لازم ہوا کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے بلکہ موسمی رطوبات کی زیادتی سے حرارت کی کمی کا اظہار ہے جن کو یہ بخار نہیں ہوتا تو وہ رطوبات کی زیادتی کی وجہ آنے والے موسم میں نزلہ و زکام اور کھانسی اور نمونیا وغیرہ دیگر سردی کے امراض میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

ملیریا کے علاج میں کونین اور دیگر جراثیم کش جو ادویات دی جاتی ہیں، اوّل تو وہ اس بخار کا اصولی علاج نہیں ہے، اس کا بخار جگر کے فعل کو درست کرتا ہے تا کہ وہ اپنی حرارت اور صفراء کی پیدائش کو پوری طور پر بنائے۔ اس کے برعکس کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات دافع حرارت اور قاطع صفرا ہیں۔ نتیجہ میں مریض خوفناک امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ دوسرے جب ان ادویات کی کثرت سے حرارت جسم بہت کم ہو جاتی ہے یا جراثیم مر جاتے ہیں تو متعفن مادہ اندر دب جاتا ہے۔ طبیعت مدبرہ بدن چند دنوں کے بعد پھر اس میں تعفن پیدا کر کے بخار کی صورت پیدا کرتی ہے، اگر وہ ایسا کرنے کی قوت نہیں رکھتی تو پھر وہ مادہ جسم کو کھا کر ٹی بی یا کینسر پیدا کر دیتا ہے یا اس سے ہارٹ فیلور ہو جاتا ہے۔ یہ صورت تو بالکل ایسی ہے کہ کہیں گندگی پڑی ہو اس پر فینائل ڈال دی جائے۔ مگر گندگی وہاں پر قائم رہے، جس میں چند دنوں بعد فساد اور تعفن پیدا ہونا لازمی ہے یا جب آٹا خمیر ہو جائے اور یہاں تک خراب ہو جائے کہ اس میں سخت تعفن پیدا ہو جائے۔ تو اس کی درستی دافع تعفن ادویات سے نہیں ہو سکتی۔ البتہ بدبو ضرور دور ہو سکتی ہے۔ اس کا یہی علاج ہے کہ اس کو پھینک دیا جائے تا کہ جراثیم اس کو ختم کر کے اس کا زہر ختم کر دیں۔ نہیں تو اس میں پھر بدبو پیدا ہو کر گھر بھر کو بیمار کر دے گی۔ اسی طرح کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اندرونی زہر کو ختم کرنے کی بجائے اس کی اصلاح کو روک کر انتہائی نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ ان امور کا ذکر کتاب میں کیا ہے۔

ہم نے کتاب کو دو وجوہات سے لکھا ہے۔ اوّل وجہ یہ تھی کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس اپنی غلط فہمی اور گمراہی کی وجہ سے طبی دُنیا میں اس کو کثیر الوقوع اور اہم بخار بیان کر کے انتہائی پراپیگنڈہ کرتی رہی ہے اور اس کو اپنی تجارت کا ایک بڑا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جس سے کروڑوں اور اربوں روپیہ وہ ہر سال اس کی ادویات اور آلات سے کما رہی ہے، جس سے ہمارے فرنگی اطباء اور فرنگی وید (ایسے معالج جو ہیں تو طبیب اور وید لیکن اپنے فن سے واقف نہیں ہیں اس لئے دولت کے لالچ اور کمائی کی خاطر فرنگی ادویات کو استعمال کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ وہ فرنگی ادویات برتتے ہیں) جو پورے طور پر ان ادویات کی اہمیت سے واقف بھی نہیں ہیں، وہ ان کو استعمال کر کے عوام کی صحت کے لئے باعث نقصان بن رہے ہیں، یہ دراصل فرنگی عطائی ہیں جو اطباء اور وید اپنے فن کی ادویات چھوڑ کر فرنگی طب کی ادویات استعمال کرتے ہیں۔ ان کو حکومت کی طرف سے علاج معالجہ کی اجازت نہ ہونی چاہئے۔ اس طبقہ میں عطار اور فرنگی دوا فروش بھی شریک ہیں۔ اس لئے ہم نے ثابت کیا ہے کہ درحقیقت ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اس کا غلط علاج ہونے کے علاوہ انتہائی نقصان رساں ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب میں اپنی کتاب ''تحقیقات حمیات'' مرتب کر رہا تھا تو ان دنوں مجھے جناب حکیم کبیر الدین کی کتاب حمیات اجامیہ (ملیریا بخار) دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مجھے کتاب پڑھ کر بے حد افسوس ہوا، کیونکہ جناب حکیم صاحب موصوف نے ملیریا بخاروں کا نام (حمیات اجامیہ) رکھ کر اس کو مشرف با سلام کر دیا ہے۔ یعنی اس کو طب یونانی کا بخار ثابت کر دیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تمام کا تمام ملیریا بیان شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی کی ایک مشہور کتاب مخزن الحکمت (گھر کا حکیم ڈاکٹر) سے لفظی ہیر پھیر کے ساتھ عنوان باعنوان نقل کر دیا۔ اور کچھ بیان شیخ الرئیس کی کتاب ''حمیات قانون'' سے غلط ناطق کے ساتھ لکھ دیا۔ غلط مجربات اور فضول باتیں جمع کر کے اس کا نام تحقیق اور تدقیق رکھ دیا۔ اگر اسی کا نام تعمیری کام ہے تو پھر تخریبی کام کس قسم کا ہوتا ہے۔ نقل تو خیر نظر انداز کی جاتی ہے، لیکن طب یونانی کی رو سے خصوصاً شیخ الرئیس کے حوالوں سے چار مختلف اقسام کے اخلاط کے بخاروں کو ایک ہی قسم کا بخار کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ پھر تمام بخاروں کا ایک ہی قسم کا علاج خصوصاً کونین کے ساتھ علاج کرنا صحیح ہے؟ اس کتاب میں طب یونانی کے قوانین کو اس بری طرح نظر انداز کیا گیا ہے کہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کو ذبح کیا گیا ہے۔ اور پھر فرنگی غلط اصولوں اور علاج کو بغیر طب یونانی کے قوانین کو پیش نظر

رکھ کر اپنایا گیا ہے۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ ذہن میں شوق تجدید فن احیائے طب سمایا ہوا ہے۔ جن کے مبادیات سے بھی واقف نہیں ہیں۔

تجدید فن اور احیاء طب تو اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ کم از کم اوّل مسلمات اور قوانین طب یونانی کو موجودہ ماڈرن سائنس کے سامنے صحیح ثابت کریں یا ماڈرن سائنس اور فرنگی طب کے نظریات اور اصولوں کو غلط ثابت کریں۔ کیا اس کا نام تجدید طب اور احیاء فن ہے کہ طب یونانی کے قوانین و مسلمات اور اصول و نظریات کو ختم کر کے فرنگی طب کو غلط طور پر طب یونانی میں شامل کر لیا جائے۔ اور فرنگی طب بھی وہ عطائی طریق علاج (ان سائنٹفک) ہے جو سر سے پاؤں تک غلط ہے، بلکہ گمراہی کی طرف سے جانے والا ہے۔

اس قسم کی تجدید طب اور احیاء فن جو حکیم کبیر الدین صاحب نے ''حمیات اجامیہ'' میں پیش کیا ہے، جس کے نمونے ہم پیش کر چکے ہیں اور جس پر تنقید و تبصرہ قارئین کے سامنے ہے اس پر غور و فکر کر کے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا اس کو تجدید طب و احیاء فن اور قوم و ملک کی تعمیری خدمت کہہ سکتے ہیں؟؟؟

اس سب تخریب اور خرابی کی داستان یہ ہے کہ آج سے تقریباً پچاس سال پہلے کی بات ہے جب فرنگی ہندوستان پر اپنے ظلم وستم سے حکومت کرتا تھا۔ 1910ء میں بمبئی ایکٹ کے تحت یہ کوشش کی تھی کہ طب قدیم کو بالکل ختم کر دیا جائے اس کا بعض دردمندان فن اور محبان ملک نے بہت کامیابی سے مقابلہ کیا اور اس آفت سے فن طب کی جان بچ گئی۔ انہی دنوں طب یونانی اور فن قدیم کے احیاء اور تجدید کا خیال شدت سے پیدا ہوا جس میں فرنگی کی چال کام کر گئی اور طب قدیم کا رخ فرنگی طب کی طرف پھیر دیا گیا اور فرنگی زدہ لوگوں سے پراپیگنڈہ کرایا گیا کہ اگر طب قدیم کی جان عزیز ہے اور اس کو ہمیشہ کے لئے بچانا چاہتے ہو تو فرنگی طب کو زیادہ سے زیادہ بلکہ پورے طور پر طب قدیم میں شامل کر لیا جائے۔ اور اس کا نام احیاء فن اور تجدید طب رکھ دیا گیا۔ بالکل اس طرح جیسے سرسید کے زمانے میں فرنگی نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ مسلمانوں کی کامیابی و ترقی بلکہ زندگی کا راز اس میں ہے کہ اردو زبان کی بجائے فرنگی تعلیم حاصل کی جائے۔ (یہاں تک تو کوئی بات نہ تھی) بلکہ مجبور یہ کیا گیا کہ تمام علوم بھی اسی زبان میں پڑھائے جائیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر تھا کہ خواص ان کی مشینری کے پرزے بن جائیں اور عوام علوم سے بے بہرہ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہمارے ڈاکٹر و انجینئر اور سائنس دان یورپ و امریکہ اور جاپان کے محتاج ہیں اور ان کے مقابلہ میں ان ممالک سے جن میں تعلیم ان کی ملکی زبان میں ہے اگر کمیونسٹ ممالک کو نظر انداز بھی کر دیں تو جاپان اور مصر میں ان شعبہ جات نے جو ترقی کی ہے، ہمارا ملک ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس طرح فرنگی طب کو طب قدیم میں اپنانے کی تحریک میں ایک خاص گروہ سامنے آ گیا، جناب حکیم کبیر الدین اور ان کے ساتھی پیش رو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن میں قابل ذکر حکیم محمد الیاس، حکیم فضل الرحمٰن پروفیسر وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے بعد کے زمانے میں عثمانیہ یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم اُردو ہوا تو انہوں نے بھی طب فرنگی کی کتب کے تراجم شائع کر کے تعلیم جاری کر دی جس سے فرنگی طب کو بہت مدد ملی۔ ان تراجم سے طب قدیم کو بہت نوازا گیا۔ ادھر پنجاب میں اسی گروپ کے خاص فرد جناب شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی صاحب نے اسی طریق تجدید طب اور اصلاح فن کے نام سے اسی طریق کار سے احیاء فن کرنے لگے۔ ان لوگوں کا طریق کار یہ رہا کہ فرنگی طب کی کتب کے تراجم کر کے بلکہ کرا کے زیادہ سے زیادہ طب قدیم میں یونانی اصطلاحات کے ساتھ شامل کرنے لگے۔

اس جدید فرنگی طبی لٹریچر کو کتب اور رسالوں کی صورت میں دھڑا دھڑ فروخت کرنے لگے۔ اس حد تک بھی یہ قابل برداشت تھی۔ اس سے آگے ایک بہت خوفناک قدم اٹھایا گیا یعنی جو طبی درس گاہیں قائم کی گئیں ان کو طبیہ کالج (انگلو انڈین) کا نام دیا گیا۔ بس ان میں

اس فرنگی طبی لٹریچر کی علمی اور عملی تعلیم شروع ہوگئی۔ یہ صورت کسی ایک شہر تک محدود نہ رہی بلکہ ایسے فرنگی طبیہ کالج دلی، علی گڑھ، لکھنؤ، حیدرآباد، بمبے، لاہور، شاہدرہ، بہاولپور اور کراچی تک پھیل گئے اور آج بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاں یونانی قوانین ونظریات کے ساتھ فرنگی طب کے اصول اور نظریات کی تعلیم دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحیح معنوں میں طبیب حکیم تو کوئی پیدا نہ ہوسکا البتہ فرنگی طب کی تعلیم اس انداز میں پھیل گئی کہ ہر طبیب اور حکیم نے ڈاکٹری انداز بلکہ خود ڈاکٹر بننے کی کوشش ضرور کی اور نہیں تو حکیم ڈاکٹر ضرور کہلایا۔ اور فرنگی طب کے آلات سے اپنے کو سجانے پر فخر محسوس کیا اور تا حال یہی سلسلہ جاری ہے۔

دوسری طرف عوام میں شدید ردِ عمل شروع ہوا کہ جب وہ فرنگی طب خصوصاً ان کے انجکشنوں سے متعارف ہوگئے تو ان کو فرنگی طبیبوں اور فرنگی حکیموں سے نفرت پیدا ہونا شروع ہوگئی کہ اگر فرنگی ادویات ہی برتنی ہیں تو پھر ان کی بجائے فرنگی ڈاکٹروں سے کیوں نہ لی جائیں۔ اور جب مارشل لاء حکومت نے طب قدیم سے انکار کر دیا کہ جب طب قدیم کی تجدید اور علاج فرنگی طب سے کرنی ہے تو یہی بہتر ہے کہ فرنگی طب کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مارشل لاء حکومت نے زیادہ سے زیادہ میڈیکل کالج و میڈیکل سنٹر اور سرکاری ہسپتال و سینی ٹوریم کھول دیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مارشل لاء حکومت نے نہایت ہی دانشمندانہ قدم اٹھایا۔ اگرچہ ہم فرنگی طب کے شدید مخالف ہیں، لیکن حکومت کے اس اقدام سے فرنگی طب کی رہی سہی اشاعت ختم ہوگئی۔ اور جو لوگ فرنگی طب کے ذریعے طب قدیم کا احیاء وتجدید اور اصلاح کر رہے تھے ان کے حوصلے پست ہوگئے اور ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ اب تو ''نہ پائے رفتن اور نہ جائے ماندن'' کا معاملہ ہوگیا۔

ذرا اندازہ لگائیں کہ ان فرنگی طبیبوں اور فرنگی حکیموں نے اپنے رسالوں، کتب اور لٹریچر کے ذریعے اپنے انگلو انڈین طبیہ کالجوں میں تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اپنی طبی جماعتوں کے پلیٹ فارموں پر جو اکثر فرنگی زدہ نوابوں، امیر زادوں اور فرنگی حکام اعلیٰ کی صدارتوں میں ہونے لگیں ان میں زیادہ سے زیادہ ماڈرن سائنس اور فرنگی طب کو اپنانے کی تلقین کی گئی، جن کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا، طب فرنگی کا اثر اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ شہروں کے بڑے بڑے فرنگی طبیبوں اور حکیموں سے لے کر دیہاتوں کے معمولی اطباء اور حکماء تک ملیریا اور کونین سے متعارف ہیں۔ وہ اس کا علاج کونین سے ملیریا کو سامنے رکھتے ہوئے کرتے ہیں، کبھی حمی غب یا حمی کبدی سمجھ کر نہیں کرتے۔ گویا پاک و ہند کا ہر طبی اور ویدک معالج فرنگی زدہ ہوگیا اور فرنگی طب کی افضلیت سے مرغوب ہے۔ اور ساتھ ہی عوام کے ذہن میں یقین ہے کہ طب قدیم اور آیورویدک ختم ہو چکی ہیں۔

مگر قدرت فیاض ہے۔ جب ایک طرف بے امیدی و مایوسی اور ناکامی کا دور دورہ ہوتا ہے، جب ترقی و کامیابی اور نشوو ارتقاء کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو قدرت اپنے فطری اصولوں کو عمل میں لاتی ہے، جس کے ساتھ اس کے حق پرست بندے سامنے آکر اس ساری بے امیدی و مایوسی اور ناکامیوں کے بادلوں اور فضاء کو چیر کر ترقی و کامیابی اور نشوو ارتقاء کی راہیں اور قاعدے دکھا دیتے ہیں۔ اور دُنیا کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیں اور راہِ ہدایت و کامیابی دیکھیں، سمجھیں، تجربہ کریں اور فوائد حاصل کریں۔ مگر باطل قائدین اپنی دولت اور جھوٹی شان سے لالچ دے کر عوام کے راستے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ حق پھیلتا ہے اور باطل مات کھانا شروع کر دیتا ہے۔

ہم بھی یہی دعوت دے رہے ہیں۔ فن علاج کی صحیح راہ ہم دُنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور ایسے وقت میں یہ صحیح راہ پیش کر رہے ہیں۔ جب تمام دُنیا پر فرنگی طب چھا چکی ہے اور دُنیا میں کہیں بھی تجدید طب واحیاء اور اصلاح فن نہیں پیش کیا جارہا ہے۔ اگر کہیں ایسا کام ہو رہا ہے تو ہم بھی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ ورنہ عوام خواص کا فرض ہے کہ اگر وہ محب علم وفن اور ملک وقوم سے محبت وعشق رکھتے ہیں تو فوراً ہمارے

گرد اکٹھے ہو جائیں۔ اپنے قائدین بتوں کی طرف نہ دیکھیں، جلد پہنچیں جو پہلے آئیں گے وہ پہلے بامراد ہوں گے، اگر آپ لوگ آج اکٹھے ہو جائیں ہم کل فرنگی طب کو حکومت سے ختم کر کے طب یونانی یا طب قدیم کو سرفراز اور بامراد کر لیں گے۔ کیونکہ حکومت عوامی ہے، ارکان حکومت ملک اور قوم کی سربلندی چاہتے ہیں، ان کو صحیح فن سے بغض نہیں ہے، جو کچھ عوام پسند کرتے ہیں حکومت اس کو قبول کر لیتی ہے۔ اس لئے ہم نے کبھی حکومت کی طرف رجوع نہیں کیا، ہمارا اوّل کام معالجین اور عوام کا ذہن بدلنا ہے۔ جس کا ہمیں یقین ہے کہ بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ ہم حق پیش کر رہے ہیں اور فرنگی طب سرتا پاؤں غلط ہے۔ باطل کبھی بھی حق کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا ہے۔

ہم نے ملیریا کو غلط ثابت کر کے حق کو پیش کیا ہے، اسی طرح ہم جناب حکیم کبیر الدین صاحب اور ان کے ساتھیوں خصوصاً جناب شفا الملک حکیم محمد حسن صاحب قرشی کی ایک ایک کتاب کی غلطیاں وخرابیاں اور گمراہیاں پیش کریں گے جو فرنگی طب کے تراجم اور ان کی ادویات کے غلط نسخوں سے بھری پڑی ہیں۔ جن سے علم طب تباہ اور فن قدیم برباد ہو گیا ہے تاکہ حق بات عوام اور خواص تک پہنچ جائے اور باطل کے نقصانات سے بچ سکیں۔ ثبوت میں جناب حکیم قرشی صاحب کی کتاب جامع الحکمت کو اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں نہ صرف ملیریا اور اس کا علاج تو کیا شروع سے آخر تک فرنگی طب سے بھری پڑی ہے۔ اس کو کوئی صاحب عقل اور اہل فن تجدید طب اور احیاء فن نہیں کہہ سکتا ہے۔ ہم اس کتاب کی طرح ان کی تمام کتب کو تنقید وتبصرہ کے ساتھ پیش کریں گے۔

ہم اپنے احیاء فن اور تجدید طب کا نواں چیلنج کر رہے ہیں۔ جن لوگوں نے ہماری کتب اور رسائل دیکھی ہیں وہ خوب اچھی طرح یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم فن طب کی کس طرح تعمیری اور تجدیدی خدمت کر رہے ہیں۔ آٹھواں چیلنج ''تحقیقات حمیات'' پر ہے جس میں نہ صرف فرنگی طب کے بخاروں کو غلط ثابت کیا ہے بلکہ طب قدیم کے ایک ایک بخار کو صحیح ثابت ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب رسالہ رجسٹریشن فرنٹ کا خاص نمبر ہے جو سال رواں کے خریداروں کو نصف قیمت پر دی جاتی ہے، اس کے بعد پوری قیمت ہو گی۔ اس لئے ہر صاحب فن واہل علم اور اطباء وحکماء جو فن اور طب کو کمال پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ فوراً خریدار بن کر اس کو حاصل کر لیں اس کو پڑھ کر نہ صرف خوش ہوں گے بلکہ بخاروں کے علاج پر پوری قدرت حاصل کر لیں گے۔

آخر میں ہم پریس کو چند الفاظ کہتے ہیں کہ وہ ملک اور قوم کی زبان ہے۔ ان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی عقل سلیم سے جن علم وفن میں حق دیکھیں ان کو عوام تک پہنچائیں۔ اگر ان کو حق نظر نہیں آتا تو اس کو اچھی طرح ردّ کریں اور ہمارے چیلنج کو غلط کریں۔ چیلنج کے نام پر گھبرائیں نہیں۔ یہ لفظ دُنیا کو خبردار کرنے کے لئے ہے۔ اگر اس میں سچائی ہے تو اپنے ملک اور قوم کی عزت کے لئے دیگر ممالک تک اپنی آواز کو اچھے اور مؤثر الفاظ میں پہنچائیں تاکہ دیگر ممالک بھی اس حق سے مستفید ہوں اور ملک اور قوم کا نام بلند ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی جزاء ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ملیریا کیا ہے؟

نوٹ: اس سے قبل کہ ہم ملیریا پر بحث کریں اور ثابت کریں کہ یہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی علاج کی دُنیا میں گمراہی، غلط راہ روی اور ناسمجھی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوّل اس کی ماہیت پر پوری طور پر روشنی ڈالیں جیسے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس اس کو سمجھتی ہے تاکہ اہل فن اور صاحب علم ہماری تحقیقات کو پورے طور پر ذہن نشین کر سکیں۔ اور ان کو حق بات کا اندازہ ہو سکے۔ ہماری بحث کے اختتام پر انشاء اللہ تعالیٰ وہ سمجھ لیں گے کہ ملیریا بذاتِ خود کوئی مرض نہیں ہے۔

تعریف ملیریا

فرنگی طب ملیریا کی اس طرح تعریف کرتی ہے کہ ملیریا ایک متعدی بیماری ہے جو خون میں ایک خاص قسم کے جرثومہ کی موجودگی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کی خاص علامت میں بخار کا ہونا، جگر اور طحال کا بڑھ جانا، ضعف جسم اور کمی خون کا پیدا ہو جانا بتائی جاتی ہیں۔ لیکن آج کل ملیریا کی اصطلاح چند ایک خاص اقسام کے شدید بخاروں پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے ملیریا کا مفہوم ایک خاص قسم کا بخار سمجھا جاتا ہے جو پروٹوزوا (حیواناتی ذرّہ) ایک خاص قسم کے کرم جو طفیلی (پیراسائیٹس) کہلاتا ہے۔ جس کی تین اقسام ہیں۔ جو خاص قسم کے مچھر (اینافلیز) کے کاٹنے سے جسم انسان میں داخل ہو کر خون میں پرورش پاتے ہیں، جن سے ملیریا بخار اور دیگر ملیریل امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایک مشاہدہ

اگر ایک تندرست انسان کی انگلی کو پاک صاف کر کے اس میں ایک سوئی چبھو دیں، اس میں سے جب خون ٹپکے تو اس میں سے ایک قطرہ خون ایک شیشے کی صاف و پاک پٹی پر احتیاط سے پھیلا دیں۔ پھر شیشہ کی پٹی کو سپرٹ لیمپ کے شعلہ پر ذرا گرم کر کے پھر بعد میں ٹھنڈا کر لیں۔ اور اس پر چند قطرہ لیش میں یا رومانا وسکی ڈالو اور چند منٹ توقف کر کے اس کو آبِ مقطر سے دھو کر سکھا لیں۔ پھر ایک قطرہ سیڈر ائل اس پر ڈال کر خوردبین کے نیچے رکھ کر دیکھیں۔

اس میں گلابی رنگ کی گول گول صاف صاف سینکڑوں ٹکیاں نظر آئیں گی، یہ سرخ نقاط الدم (ریڈ بلڈ کارپسلز) ہیں۔ ان کے اندر حمرت الدم (ہیموگلوبن) ہوتا ہے۔ اس حمرت الدم کے اندر مخلوط ہو کر وہ پاک ہوا نسیم (آکسیجن) رہتی ہے۔ جس پر ہماری زندگی کا دارو مدار ہے۔ ایک قطرہ خون میں نقاط کی تعداد تین لاکھ کے قریب ہوتی ہے۔ شیشے کی پٹی کو خوردبین کے تلے ادھر ادھر سرکا کے اگر دیکھا جائے تو شاید کہیں نہ کہیں ایک دو نیلے رنگ کے اجسام بھی دکھائی دیں گے جو نقاط الدم سے جسامت میں بڑے ہوتے ہیں۔ ان کی شکل بھی مختلف ہوتی ہے۔ ان کو سفید نقاط الدم (وائٹ کارپسلز) کہتے ہیں۔ یہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم مردار خور (نگوسائٹ)

کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ فضلات اور مردار ٹکڑے انہیں جہاں مل جاتے ہیں، ان کو کھا پی کر ہضم کر لیتے ہیں۔

دوسرا مشاہدہ

اگر مفصلہ بالا ترکیب سے ملیریا کے مریض کے خون کو خوردبین کے نیچے دیکھا جائے تو سرخ نقاط الدم کے اندر سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے خال نظر آئیں گے۔ یہ خال کئی شکلوں کے ہوتے ہیں۔ بعض تو چھلے کی طرح گول (رولز) ہوتے ہیں، بعض ہلالی (کریسنٹ) شکل ہوتے ہیں۔ کوئی پھولدار (کلسٹرڈ) اور بعض دانہ دار (گرینولر) شکل کے ہوتے ہیں۔ یہ خال کسی جا تو نقاط الدم کے عین وسط میں پائے جاتے ہیں۔ کہیں ان کے گرداگرد محاط ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی نقاط الدم کے باہر بھی نظر آتے ہیں۔ اگر دورہ بخار کے دوران خون کا ملاحظہ کیا جائے، تو یہ خال نقاط الدم سے باہر کثرت سے ملیں گے اور وقفہ بخار میں یہ سب کے سب نقاط الدم کے اندر چھپے رہتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ملیریا میں بہت عرصہ تک مبتلا رہ چکا ہو، تو اس کے نقاط الدم کی شکل بھی بدل جاتی ہے۔ بجائے گول ہونے کے ان کی شکل مخروطی، ٹیڑھی، ترچھی بن جاتی ہے۔ اور ان کا گول دائرہ نوکیلا ہو جاتا ہے۔ سرخ نقاط الدم ٹوٹ پھوٹ کر سیاہ رنگ کے دانے بن جاتے ہیں۔ جو یا تو خشک شدہ سکڑے ہوئے نقاط الدم کے ایک کونے میں پڑے رہتے ہیں یا نقطہ کے پھٹنے سے ماءالدم (سیرم) کے اندر خارج ہو جاتے ہیں۔

ایک تجربہ

اگر ملیریا کے مریض کو مچھر کاٹے اور اس مچھر کو چند روز تک محفوظ رکھ کر کسی تندرست آدمی کو اس سے کٹوایا جائے تو چند روز میں اس تندرست آدمی کے خون کے نقاط الدم کے اندر بھی اسی قسم کے خال اور غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہو جائیں گی۔ جو ملیریا کے خون میں دیکھی گئی ہیں اور وہ شخص بھی ملیریا بخار میں مبتلا ہو جائے گا۔ یا اس کے اندر ملیریا کے دیگر امراض پائے جائیں گے۔ جو ملیریا کا زندہ ثبوت ہے۔

دوسرا تجربہ

اگر ملیریا کے مریض کا کونین کے ذریعے باقاعدہ علاج کیا جائے تو اس کے نقاط الدم میں سے خال وغیرہ سب دور ہو جائیں گے اور اس کا خون تندرست آدمی کے خون کی طرح صاف ہو جائے گا اور اسی طرح مریض کا بخار دور ہو جائے گا اور اس کے دیگر امراض رفع ہو جائیں گے۔ ثابت ہوا کہ مندرجہ بالا مشاہدات اور تجربات ہر شخص خوردبین کے ذریعے کر کے تصدیق کر سکتا ہے۔ اور اب دیکھنا یہ ہے کہ ان مشاہدات اور تجربات سے کیا نتیجہ اخذ ہوتا ہے اور کیا اصول قائم کیا جاتا ہے۔

نتیجہ مشاہدات اور تجربات

ان مشاہدات اور تجربات سے تین نتائج اخذ ہوتے ہیں: (اوّل) یہ ہے کہ ملیریا کے مریض کے خون کے اندر چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں۔ جو تندرست آدمی کے اندر نہیں پائی جاتیں۔ (دوم) یہ ہے کہ یہ چیزیں مچھر ملیریا کے مریض کا خون پیتے وقت نکال لیتا ہے۔ اور جب تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو اس میں داخل کر دیتا ہے۔ (سوم) یہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں کونین کے استعمال سے دور ہو جاتی ہیں۔

اصول نتائج:

ان مشاہدات اور تجربات سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں ان سے یہ اصول وضع ہوتا ہے کہ ملیریا کا مرض مچھروں کے ذریعے نہ

صرف ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے بلکہ ملیریا کا حملہ اوّل سے آخر تک نقاط الدم پر ہی ہوتا ہے۔ دل و دماغ اور جگر کسی سے اس کا واسطہ نہیں ہوتا۔ نیز ان سے ملیریا کی کل حقیقت اور کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

اصول کی تشریح

جراثیم نقاط الدم کے اندر داخل ہو کر یہ موذی ان کے جسم پر پرورش پاتا ہے۔ اس کو کھا پی کر ہضم کر ڈالتا ہے۔ اور جب چاق و چوبند ہو جاتا ہے تو نقاط الدم کے غلاف کو پھاڑ کر میدان میں زور آزمائیاں کرتا ہے۔ اور دوسرے نقاط الدم پر حملہ کر کے ان کو بھی اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ملیریا کا کرم نقاط الدم کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے تو سمی مادہ جو اس کی خباثت طبع سے پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی نکل کر سیرم یعنی ماءالدم میں حل ہو جاتا ہے۔ اور سیرم کے ساتھ دورہ کرتا ہوا مرکز موالدحرارت و قابض حرارت پر اپنا موذی اثر پیدا کرتا ہے اس حالت کا نام دورہ بخار ہے۔ ملیریا کے کرم مریض کے خون کے اندر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تعداد میں پیدا ہوتے اور پلتے رہتے ہیں اور جیسا کہ تقاضائے ہر ذی حیات ہے مرتے بھی رہتے ہیں اور اس کی نسلیں یکے بعد دیگرے پلتی اور بار آور بھی ہوتی رہتی ہیں۔ جب اُس کی ایک بڑی فصل تیار ہو جاتی ہے تو نوبت بخار ہوتی ہے۔ جب فصل تیار نہیں ہوتی تو وقفہ ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ربیع اور خریف کے درمیان میں چھوٹی فصول مولی گاجر، توری، کدو اور بھنڈی وغیرہ کی بھی تیار کر لی جاتی ہیں۔ اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی فصلیں ملیریا کی بھی تیار ہوتی رہتی ہیں حتیٰ کہ وہ متعدبہ اثر مراکز حرارت پر پیدا کر سکیں۔ جب خفیف سی حرارت لازمی طور پر قائم ہو جاتی ہے تو بڑی فصل کے تیار ہونے کے وقت اس کے اثر سے حرارت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اس قسم کے بخار کو ریمٹینٹ فیور (دائمی بخار) کہتے ہیں۔

جس طرح مفصلہ بالا مشاہدات اور تجربات میں ملیریا کے کرم کے مختلف اشکال و اقسام نقاط الدم کے اندر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی طرح انہی اشکال کے مطابق بخار کی علامات اور شدت و خفت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ملیریا ایک ہی چیز ہے مگر اس کے اقسام کئی ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ گو آم اگرچہ ایک میوہ ہے مگر کوئی مالدہ کوئی الفانزہ اور کوئی لنگڑہ ہوتا ہے۔ جن کی رنگت، مزہ اور وزن میں بہت فرق ہوتا ہے جن کا بیان آئندہ تفصیل سے آئے گا۔ [از کرنل بھولا ناتھ]

ملیریا کی دقیق تشریح

حوینات طفیلی (ملیریل پیراسائیٹس) ہر ایک قسم انسان کے دوران خون میں جب موجود ہوتی ہے تو ان کی تازہ زندگی کا ایک دور اڑتالیس گھنٹوں سے عموماً بہتر گھنٹوں تک ہوا کرتا ہے۔ اگر ان کی زندگی کے دران میں یعنی جب یہ انسان کے خون میں موجود ہوتے ہیں اور بخار پیدا کرتے ہیں، مریض کا تھوڑا سا خون اگر آلہ خوردبین کے نیچے ملاحظہ کیا جائے تو مادہ حیات (پروٹو پلازم) کی ساخت سے بنے ہوئے نہایت چھوٹے چھوٹے کیسے قدرے زردی مائل نظر آتے ہیں۔ جو خون کے سرخ دانوں کے اندر جاگزیں ہوتے ہیں۔ اس پیلے رنگ کے جسم کے اندر سیاہ یا سرخی مائل سیاہ رنگ کے مہین مہین ذرات بکھرے ہوتے ہیں۔ ان مہین ذرّات کو ہیموزواین (Haemozoine) کہتے ہیں۔

ان جاندار ہستیوں میں جو مختلف تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں، مریض کے خون میں وقفوں کے بعد بار بار بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں۔ جب حوینہ طفیلی (پیراسائیٹس) مکمل یعنی پورا جوان ہو جاتا ہے تب سیاہ ذرّات (ہیموزوائن) وسطی حصہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے گرداگرد حوینہ طفیلی (پیراسائیٹس) کا زردی مائل مادہ حیات (پروٹو پلازم) ہوتا ہے۔ جب وہ خون کا ذرہ (کارپاسلز) جس میں وہ

موجود ہوتا ہے پھٹ جاتا ہے اور سفیر یکولرز سپورز (مدور خورد ذرات کی مانند) اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ان میں ایک کے اندر بھی ہیموز واین (سیاہ ذرّات) موجود نہیں ہوتے۔ ان سپورز کی کچھ تعداد نیگوسائی ٹوسس سے بچ نکلتے ہیں۔ وہ دوسرے خون کے دانوں سے پیوست ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ سپورز ان دانوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اب ان خون کے دانوں میں جو متعدی ہو گئے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے حوینیہ طفیلی (پیراسائیٹس) پرورش پاتے اور بڑھتے ہیں۔ گویا اپنی خوراک بھی انہی سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ ادھر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ جن کو امی بائیڈ مومنٹ کہتے ہیں۔ جب رنگ دے کر (سٹین) بذریعہ خوردبین ملاحظہ کرتے ہیں تو ان میں چھوٹے چھوٹے سفیر یکولرز کے درمیان نقطہ حیات (نیوکلی اس) نظر آتا ہے۔ یہ نقطہ حیات (نیوکلی اس) مرکز کے درمیان ہوتا ہے جو مادہ کروموٹین (مادہ وراثت) کا ہوتا ہے۔ جس پر خوب سرخ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جوں جوں حوینہ طفیلی پیراسائیٹس بڑھتا جاتا ہے، بلوغت تک پہنچتا جاتا ہے، تو یہ نقطہ حیات (نیوکلی اس) بھی بڑھتا جاتا ہے، مگر کم نمایاں رہ جاتا ہے، اور پھر بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔

مدور خورد ذرات (سپورولیشن) بنانے سے پہلے نقطہ حیات (نیوکلی اس) اور مرکز حیات (نیوکلی اولس) دونوں دکھائی نہیں دیتے۔ اس حالت میں مادہ کے مہین مہین ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ جو تمام مادہ حیات (پروٹو پلازم) میں پھیل جاتے ہیں۔ اس کے کچھ مدت بعد نقطہ حیات (نیوکلی اس) کا مادہ پھر ظاہر ہوتا ہے، مگر ایسی شکل میں کہ اس کے بے شمار مہین مہین مراکز حیات نیوکلی اولائی بن کر پھیل جاتے ہیں، انہی نیوکلی اولائی کے گرد ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حوینہ طفیلی (پیراسائٹ) مادہ حیات (پروٹو پلازم) تقسیم ہو کر علیحدہ علیحدہ مدور خورد ذرات (سفیر یکولرز) بن جاتے ہیں۔

سیاہ رنگ کے ذرّات (ہیموز واین) جو خاص شکل کے ہوتے ہیں، ان کی بخوبی شناخت ہو سکتی ہے کیونکہ یہ سیاہ رنگ کے یا سیاہی مائل مثل گرد کے ذرّات کے ہوتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے ڈنڈے کے کٹے ہوئے ٹکڑوں کی شکل کے ذرّات ہوتے ہیں، ہیموز وائن کے مرکز نشین ہونے سے پہلے جو سفیر یکولرز (مدور خورد ذرّات) کے بننے سے پیشتر واضح ہوتا ہے، ہیموز وائن کے ذرّات منتشر ہوتے ہیں۔ عموماً یہ ذرّات حوینیہ طفیلی (پیراسائٹ) کے دائرے کے بیرونی طرف ہوتے ہیں۔ جب تک نقطہ حیات (نیوکلی اس) ایک رہتا ہے، ہیموز وائن ایک طرف رہتا ہے، مگر جب نقطہ حیات (نیوکلی اس) ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو جاتا ہے تو ہیموز وائن وسط میں آ جاتا ہے۔

اس دقیق تشریحی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم انسان میں ملیریا کے حوینہ طفیلی (ملیریل پیراسائیٹس) کس طرح بڑھتے ہیں اور پھیلتے ہیں، گویا جسم انسان میں ترتیب مدور خورد ذرّات (سپورولیشن) سے ایک حوینہ طفیلی (پیراسائٹ) کے بہت سے ٹکڑے ہو کر نئے حوینہ طفیلی (پیراسائیٹس) تیار ہو جاتے ہیں، اس طریق پیدائش یا افزائش کو سپورولیشن یعنی شق ہو کر بڑھنے کا طریقہ کہتے ہیں مگر مچھر کے جسم میں بذریعہ طریق تناسل بڑھتے ہیں۔ ان دونوں طریق کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔ [از ڈاکٹر محمد نصیر الدین]

جراثیم ملیریا

ماڈرن سائنس نے ثابت کیا ہے کہ ملیریا کے جراثیم ایک حیوانی مادہ یا خوردبینی کرم ہے جو اس قسم کا خون پینے والا دشمن ہے جیسا کہ جوئیں اور پسو ہوتے ہیں۔ فرق ان میں صرف اتنا ہے کہ جوئیں اور پسو انسان کا خون جسم کے باہر بیٹھ کر پیتے ہیں اور ملیریا کے جراثیم جسم کے اندر بلکہ خون میں شامل ہو کر خون چوستے ہیں۔

ملیریا جراثیم ایک ایسے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو حرام خور کہتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص ہاتھ پاؤں ہلا کر کمائی نہ کرے اور نہ ہی

اپنی کمائی کھائے بلکہ دوسروں کی پکی پکائے کھائے۔ اس قسم کے اشخاص کی طرف حرام خور نباتات اور حیوانات میں بھی بہت سی مخلوق پائی جاتی ہیں۔ نباتات میں امربیل اور حیوانات میں کیچوے کدو والے جوئیں اور پسو وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ملیریا کا جرثومہ بھی ایک حرام خور کرم ہے۔ اس سے داس کو حونیہ طفیلی ملیریا پیراسایٹ کہتے ہیں۔ چونکہ ان کی زندگی کا بسر گزر ہے اس لئے جن کو خون چوس دشمن ہیماسیڈا کہتے ہیں۔

خوردبین کے نیچے قطرہ خون دیکھنے سے جو کریات حمرا (ریڈ کارپسلز) کے اندر سیاہ رنگ کے نقطے نظر آتے ہیں، جن کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض نقطے گول ہوتے ہیں، اور بعض کی شکلیں ہلالی ہوتی ہیں اور بعض دانہ دار ہوتے ہیں۔ یہی نقطے دراصل اسی مرض کے جراثیم ہیں۔ نوبت کے دور ہونے کے بعد وقفہ کی حالت میں خصوصیت کے ساتھ کریات حمرا کے اندر ہی موجود ہوتے ہیں۔ البتہ گاہے ان سے باہر بھی دیکھے جاتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ نوبت کے وقت مریض کے خون کا معائنہ کیا جائے اور گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ جراثیم کریات حمرا (سفید کارپسلز) کے چاروں طرف احاطہ کئے ہوتے ہیں۔

ملیریا کا جرثومہ صرف انسان کے خون میں ہی نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے اقسام مینڈک، چمگادڑ، مرغی اور چڑیا کے خون میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پرندوں کے خون کا کرم ملیریا کے کرم سے ایسا متشابہ ہے کہ کچھ عرصہ تک تو محققوں کی یہی رائے تھی کہ یہ دونوں کرم ایک ہی جنس ہیں۔ انسان کے جسم میں جو تین قسم کے جراثیم طفیلی (ملیریل پیراسائٹس) پائے جاتے ہیں ان کے اصطلاحی نام حسب ذیل ہیں:
(۱) پلازموڈیم ملیریائی (Plasmodium Malaria) دانہ دار کرم ملیریا۔ (۲) پلازموڈیم وائی ویکس (Plasmodium Yeivix)
(۳) لیوی رے نا ملیریائی (Leverina Malaria) ہلالی کرم ملیریا۔

گول گول اجسام جن کے اندر کا حصہ دانہ دار ہوتا ہے، یہ سن بلوغت کو پہنچ کر پھٹ جاتا ہے اور دانہ دانہ منتشر ہو جاتا ہے، اور ہر ایک دانہ بحیثیت خود ایک نیا کرم بن جاتا ہے۔ ان دانوں کو سپورز (Spores) کہتے ہیں۔ اس عمل کو سپورز فارمیشن (Spores Formation) کہتے ہیں۔

ہلالی اجسام کو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اجسام بھی تین اقسام کے ہوتے ہیں۔ اوّل قسم میں رنگت کے دانہ ہلال کے تمام جسم کے اندر منتشر پائے جاتے ہیں، یہ کرم ملیریا کا مادہ ہے۔ دوسری قسم میں یہ دانہ دانہ ایک جگہ مجتمع ہوتے ہیں، یہ کرم ملیریا کا نر ہے۔ تیسری قسم میں جسم ہلال کے اندر خول خول دکھائی دیتے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ کرم ضعف پیری کی حالت ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ یہ ہلالی اجسام جب تک غیر مکمل اور نابالغ ہوتے ہیں تب تک وہ اندرونی اعضاء میں چھپے رہتے ہیں۔ اور جب بالغ ہو کر تناسل کے قابل ہوتے ہیں تو خون میں دورہ شروع کر دیتے ہیں۔

جراثیم ملیریا کی پیدائش اور افزائش

جدید تحقیق کی رو سے دُنیا میں نباتات اور حیوانات کی پیدائش اور افزائش کے دو طریقے ہیں، اسی طرح جراثیم کی نسل بھی دو طریقہ سے بڑھتی اور پھولتی پھیلتی ہے۔ ان میں سے ایک تو طریقہ تبذر (سپورز) اور دوسرا طریقہ تناسل (Gamete) کہتے ہیں۔ طریق تبذر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک جرثومہ دو ٹکڑوں میں منقسم ہو جاتا ہے اور پھر یہ ٹکڑے مستقل جرثومے بن جاتے ہیں۔ اگر ان کے حالات موافق ہوں تو یہ آدھ گھنٹے کے قلیل عرصہ میں بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ مناسب حالات کی موجودگی میں دس گھنٹے کے عرصہ میں ایک جرثومہ سے بیس لاکھ جراثیم پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کی کثرت افزائش میں بعض قدرتی مواقع موجود ہوتے ہیں۔

جوان کی افزائش میں حارج ہوتے ہیں۔ اگر یہ مواقع نہ ہوتے تو کرہ زمین پر ان جراثیم ہی کا دورہ ہوتا۔

جراثیم کی افزائش کو روکنے کے لئے ایک بات تو یہ ہے کہ ان کی غذا محدود ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی افزائش میں نقصان لاحق ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود ان جراثیم کے جسم سے جو فضلہ خارج ہوتا ہے وہ بھی ان کی افزائش کے لئے مانع ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ بعض ادنیٰ قسم کے حیوانات ان جراثیم کو چٹ کر جاتے ہیں۔

طریق تناسل میں جراثیم کی افزائش کے لئے نر و مادہ کے اعضاء تناسل کے تواصل کی ضرورت ہوتی ہے اور اس تواصل سے ایک نیا جرثومہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ دُنیا کے دوسرے اعلیٰ نباتات اور جاندار پیدا ہوتے ہیں۔ اعلیٰ نباتات میں گلاب، موتیا، انگور اور کھجور کی قلم لگائی جاتی ہے۔ قلم لگانا کیا ہے۔ مولد درخت کے ایک حصہ کا ٹکڑا ہے جو دوسرا درخت بنالیا جاتا ہے اور نیا قلم مولد بنتا ہے یا نر کا اثر مادہ پر ڈالا جاتا ہے۔

جراثیم ملیریا دونوں طریقوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ طریق تبذر (سپورز فارمیشن) کی پیدائش انسانی خون کے اندر ہوتی ہے اور اس صورت میں ان کا نام جراثیم بذریہ (سپوروسائٹس) رکھا جاتا ہے اور طریق تناسل مچھر کے جسم میں پیدا ہوتے اور بڑھتے ہیں، اس صورت ہیں ان کو جراثیم تناسلیہ (گیموسائٹس) سے موسوم کرتے ہیں، اوّل تبدیلیاں جسم انسان اور دوسری تبدیلیاں مچھر میں رونما ہوتی ہیں۔

جراثیم ملیریا کی زندگی کا دور جسم انسان میں

اس سے جراثیم ملیریا کا وہ دور مراد ہے جو انسان کے خون کے اندر پورا ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب ملیریا کا مچھر انسان کو کاٹتا ہے، تو مچھر کے سونڈ سے یہ جراثیم خون میں پہنچ کر خون کے سرخ دانوں (ریڈ کارپسلز) میں داخل ہو جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے گول دانوں کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ابتداء میں جبکہ یہ ایک ننھا سا جرثومہ یا جرثومہ کا بچہ ہوتا ہے، بہت ہی چھوٹے دانے یا کیسہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس حالت میں اس کو عمیس (امی بیولا) کہتے ہیں۔ اس کا درمیانی حصہ کسی قدر سخت ہوتا ہے۔ اور اس کے اردگرد پرورش کرنے والا مادہ لگا رہتا ہے۔ یہ ابتدائی گول دانہ بہت جلد نشو و نما حاصل کر لیتا ہے۔ اور ساتھ ہی ایک مادہ سوداویہ پیدا کر کے کریات حمراء (ریڈ کارپسلز) کو سیاہی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ آخر کار خون کے سرخ دانے کے اندر ان جراثیم کی اتنی کثرت ہو جاتی ہے کہ سارا سرخ دانہ اس مادہ سے بھر جاتا ہے۔ پھر دانہ خون کا غلاف پھٹ جاتا ہے جس سے جراثیم ملیریا خون میں عام طور پر پھیل جاتے ہیں اور دوسرے نئے سرخ دانوں پر حملہ آور ہو کر ان کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

اس بخار کی باریاں تین قسم کی ہوتی ہیں یعنی اس مرض کے جراثیم تین قسم کے ہیں۔ اسی لحاظ سے یہ ایک دن یا دو دن یا تین دن میں کامل نشو و نما حاصل کر کے پختہ ہوا کرتے ہیں اور اپنی نسل بڑھایا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان میں سے بعض جراثیم گول بن جاتے ہیں، جن کو جراثیم بذریہ (سپوروسائٹس) کہتے ہیں اور بعض جراثیم ہلالی شکل اختیار کر لیتے ہیں، جن کو جراثیم تناسلیہ (گیموسائٹس) کہتے ہیں۔

اس کے بعد جراثیم بذریہ (جو کہ گول ہوتے ہیں) اپنے مخصوص طریق پیدائش میں بڑھتے اور اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔ یعنی پہلے ایک کرم دو یا دو سے زیادہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور ہر ایک ٹکڑہ ایک بذر (تخم - سپورز) بن جاتا ہے۔ جو کامل نشو و نما پانے کے بعد حمرات الدم (ریڈ کارپسلز) کو سیاہی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جو اصطلاحاً مادہ سوداویہ (Melanin - میلے نین) کہلاتا ہے۔ اور اس میں

مخصوص سمت ہوتی ہے۔ جب دانہ خون کا غلاف پھٹ جاتا ہے، تو اس کے اندر موجود جرثومے سیاہ سی مادے کے ساتھ مصل الدم (آب خون) میں شامل ہو جاتے ہیں۔

الغرض مذکور بالا طریقہ سے بذر بنتے اور نشو ونما پا کر دوسرے کریات حمراء (خون کے سرخ دانے) کو خراب کرتے رہتے ہیں۔ اور سیاہ سی مادہ کریات بیضاء (وائٹ کارپسلز) میں جذب ہو کر بذریعہ دورانِ خون دماغ میں پہنچ کر مراکز دماغیہ کو ماؤف کر دیتا ہے۔

اسی طرح یہ جراثیم انسان کے جسم میں کروڑوں کی تعداد میں پیدا ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی نشو ونما پاتے اور اس کے بعد بہت سے ہلاک بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی نسلیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی اور پرورش پا کر نشو ونما حاصل کرتی رہتی ہیں۔ جب جسم انسان میں ان جراثیم کے بذر بہت تعداد میں بن جاتے ہیں، تو تپ کی نوبت آتی ہے اور جب یہ گھٹ جاتے ہیں تو وقفہ کی حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر بذر (تخم) تیار ہونے شروع ہوتے ہیں اور خاصی تعداد کو پہنچ جاتے ہیں۔ تو پھر بخار کی نوبت آ موجود ہوتی ہے۔ الغرض اسی طرح باریوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی نسل کو بالکل نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔

بخاروں کی نوبت کے وقت یہ جراثیم خون میں نہایت آزادی کے ساتھ چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب بخار کی نوبت دفع ہو جاتی ہے اور وقفہ کا زمانہ ہوتا ہے تو یہ مخ عظام (ہڈیوں کے مغز) طحال اور جگر میں اپنا مسکن بنا لیتے ہیں اور اس وقت تک نہیں نکلتے تاوقتیکہ مریض کی صحت خراب ہو کر وہ بہت زیادہ کمزور نہ ہو جائے۔

جراثیم بذریہ کے برخلاف جراثیم تناسلیہ (جو ہلالی شکل کے ہوتے ہیں) کے بذر (سپور) نہیں بنتے بلکہ نر و مادہ بن کر خون کے اندر اسی طرح دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد جب مریض کو مچھر کاٹتا ہے تو یہ جراثیم مچھر کے جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں جا کر عمل تناسل سے بڑھنے لگ جاتے ہیں۔

جراثیم ملیریا کی زندگی کا دور مچھر کے جسم میں

جب مچھر ملیریا کے مریض کا خون چوستا ہے تو اس کے ساتھ ہلالی شکل کے جراثیم ملیریا بھی (تناسلیہ) مچھر کے معدہ میں جا پہنچتے ہیں، جو کریات حمرا (ریڈ کارپسلز) کے اندر ہوتے ہیں، لیکن معدہ میں پہنچنے کے بعد خون کے سرخ دانے کے اندر ہوتے ہیں، وہ معدہ میں پہنچنے کے بعد خون کے سرخ دانے کے غلاف کو پھاڑ کر باہر نکل جاتے ہیں اور آزادانہ حرکت کرنے لگتے ہیں اور نر و مادہ کے تواصل سے ان کی نسل بڑھنے کا انتظام ہو جاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے نر جرثومہ کے اطراف میں چار پانچ متحرک شاخیں نکل کر حرکت کے باعث ٹوٹ جاتی ہیں۔ یہ شاخیں ہی درحقیقت اس کے آلات تناسل کے قائم مقام ہیں۔ چنانچہ یہ شاخیں ٹوٹ کر مادہ جرثومہ (زائی گوٹ) سے جڑ جاتی ہیں، اس کے بعد مادہ جرثومہ میں کسی قدر لمبائی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مچھر کے معدہ کی دیوار کو چھید کر اس کی بیرونی سطح پر نشو ونما پانے لگتی ہے۔ اور اس کا مرکز حیات (نیوکلی اس-نوئی) متعدد حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ یہ مادہ ایک ہفتہ میں کامل نشو ونما حاصل کر لیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا خلاف پھٹ جاتا ہے اور اس کے جسم سے بہت سے بچے مچھر کے جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ اور اس کے دورانِ خون کے ذریعے دورہ کرتے ہوئے لعاب دہن کی گلٹی میں جا پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد جب یہ مچھر کسی تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو یہی جراثیم گلٹی سے لعاب دہن کی نالی میں اور نالی سے مچھر کی سونڈ تک پہنچ کر آدمی کے خون میں جا داخل ہوتے ہیں، جب خون میں ان کا داخلہ ہو جاتا ہے تو مذکورہ طریقہ کے مطابق اپنی نسل کو ترقی دے کر ملیریا بخار کا سبب بن جاتے ہیں۔

مچھر ملیریا

اگر چہ مچھر کی تقریباً دو ہزار قسمیں بیان کی جاتی ہیں، لیکن اس جگہ ہمارا مقصود صرف ملیریا کے مچھر کے حالات بیان کرنا ہے۔ جس کے ساتھ ضمناً اس مچھر کا بھی تذکرہ کریں گے جو عام طور پر گھروں میں پایا جاتا ہے۔

ملیریا کے مچھر کا نام اینافلیز (سکیت - خاموشی سے حملہ کرنے والا) کہتے ہیں۔ اس کے پروں پر سفید یا بھورے رنگ کی چتیاں ہوتی ہیں اور جب یہ کسی جگہ بیٹھتا ہے تو سر کے بل کھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جس کی تصویر کتاب کے سرورق پر ہے۔

اس قسم کے مچھر اپنی بود و باش بند پانی میں رکھتے ہیں، جہاں گھاس پھونس اور مختلف نباتات اگے ہوئے ہوں۔ مثلاً جوہڑ، تالاب، جھیل وغیرہ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان مچھروں کا قیام ان علاقوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے جو نشیب میں واقع ہوتے ہیں اور وہاں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اس کو نکاس کی جگہ نہیں ملتی، لیکن یہ مچھر زیادہ تر اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب پانی خشک ہونے لگتا ہے یا زمین کو سیراب کر کے کاشت کے لئے تیار کرتے ہیں یا جنگل کاٹ کر زمین آباد کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان حالات میں بہت سے درخت اور پودے کاٹے جاتے ہیں، جو بارش کے بعد متعفن ہوتے ہیں۔ اور پھر ان سے مچھر بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس سال اس بخار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔

یہ مچھر نر و مادہ ہوتے ہیں۔ نر تو گھاس پھونس وغیرہ نباتات کا رس چوس کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے، لیکن مادہ مچھر خون پی پی کر اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ جب اس کے انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو پانی ہی میں انڈے دے دیتی ہے۔ جو سیاہ یا خاکی رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور کئی انڈے ایک جگہ مل کر گچھوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور جو تنکے یا پتے پانی میں ہوتے ہیں، ان کے ساتھ چمٹ کر ادھر اُدھر تیرتے پھرتے رہتے ہیں۔ جب انڈا ایک وقت مقررہ پر پختگی حاصل کر لیتا ہے تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ اور اس کے اندر سے بچہ نکل آتا ہے۔ جو سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ اور یہی سیاہ رنگ کے لمبے لمبے کرم ہیں جو بالعموم تالابوں کے پانی میں اور گاہے کنوؤں کے پانی میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ یہ بچے بالعموم سطح آب کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ اگر چہ یہ کبھی کبھی سانس لینے کے لئے سطح آب کے اوپر بھی آ جاتے ہیں، اگر اس وقت پانی کو ہلایا جائے تو پانی میں غوطہ لگا جاتا ہے، تین چار روز کے بعد جب ان کو پر نکل آتے ہیں تو یہ مچھر بن کر اڑ جاتے ہیں۔

ملیریا مچھروں کے علاوہ عام مچھر جو کہ گھروں میں رہتے ہیں، ملیریا کے جراثیم نہیں پھیلاتے، البتہ بعض ممالک میں اس قسم کے مچھروں کے کاٹنے سے حمی صفراویہ (صفار - زرد بخار) اور حمی شمیہ (ہڈی توڑ بخار) پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان مچھروں کے پر سیاہ ہوتے ہیں اور ان پر چتیاں نہیں ہوتیں۔ یہ مچھر بالعموم مکانوں کے تاریک کونوں یا مکانوں کے آس پاس مرطوب جگہ میں بود و باش رکھتے ہیں۔ یہ مچھر بھی نر و مادہ ہوتے ہیں، اس کو فرنگی اصطلاح میں کیولیکس (Culex) کہتے ہیں۔ اس قسم کا مچھر زیادہ تر جزائر غرب الہند، امریکہ، مغربی افریقہ اور بعض دیگر مقامات میں پایا جاتا ہے۔ جہاں اپنا مخصوص بخار پیدا کرتا ہے۔

اس قسم کی مادہ مچھر بھی پانی میں انڈے دیتی ہے، جو سیاہ رنگ کے نقطوں کی شکل میں قطاریں لگا کر پانی پر تیرتے ہیں۔ جب ان انڈوں کے پھٹنے پر اندر سے بچے نکلتے ہیں، تو وہ بھی پانی کی سطح کے نیچے تیرتے ہیں اور اپنا سر اوپر رکھتے ہیں، اگر پانی کو ہلایا جائے تو تہہ میں غوطہ لگا جاتے ہیں۔ اس قسم کے نر مچھر بھی گھاس پھونس اور جڑی بوٹیوں کا رس چوس کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اور مادہ مچھر ملیریا مچھروں کی مانند انسانوں اور حیوانوں کا خون چوس کر اپنا پیٹ بھرتی ہیں۔ [حمیات اجامیہ از حکیم کبیر الدین]

ملیریا کی تاریخ اور اس کی وسعت

ملیریا کے لغوی معنی ہیں سمی ہوا یا مضر ہوا۔ اور یہ لفظ اس زمانے کا ایجاد کیا ہوا ہے کہ جب یہ خیال حکماء واطباء کے دلوں میں متمکن تھا کہ ملیریا ایک زہریلی ہوا ہے، جو گرم و مرطوب مقامات میں نباتی مادہ کے تعفن و تبخیر سے پیدا ہوتی ہے۔ جہاں بند پانی، جھیل، تالاب، دلدلی زمین ہو، جہاں آبی فصول مثل نیشکر، کیلے، بیدمیک بوئی جاتی ہوں، وہاں یہ ہوا زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ خصوصاً موسم برسات کے آخر میں جہاں جابجا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اسی قبیل سے برما، آسام، دامان کوہ ہمالیہ میں جہاں گھنے درختوں کے جنگل قرونِ عظمیٰ سے اگتے چلے آتے ہیں، نباتی مادہ کے تعفن وسڑنے سے یہ ہوا نکلتی ہے۔

ملیریا (Malaria) ایک اطالوی لفظ ہے جو مرکب ہے دو الفاظ ایک مل بمعنی میلی اور دوسرے میریا بمعنی ہوا۔ پس ملیریا کے لغوی معنی ہیں میلی یا گندی ہوا۔ ملیریا کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ قدیم سے بنی نوع انسان کا خونخوار دشمن چلا آتا ہے۔ قدیم یونانیوں اور رومیوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ یونانی حکیم بقراط (460 قبل مسیح)، حکیم جالینوس وغیرہ اور رومی حکیم کلوس (ولادت 25 قبل از مسیح وفات 45) نے بھی ذکر کیا ہے۔ یونان وروما کے زمانہ عروج میں بھی یہ موجود تھا۔ دُنیا کے کل حصص میں کیا امریکہ وافریقہ کیا یورپ وایشیاء تمام مقامات میں کہیں کم کہیں زیادہ ضرور پایا جاتا ہے۔

قدیم خیالات

چونکہ ابتداً اس بخار کے متعلق یہی خیال تھا کہ یہ اس خراب اور زہریلی ہوا سے پیدا ہوتا ہے جو گرم مرطوب مقامات میں نباتات کے پتوں اور شاخوں وغیرہ کے تعفن اور تبخیر سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا نام فرنگی طب میں ملیریا فیور ہے۔ یہ بخار زیادہ تر ایک خاص موسم (موسم برسات) میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس کو تپ موسمی بھی کہتے ہیں۔ ملیریا بخار کو اطباء قدیم حمیات خلطیہ کے تحت شمار کرتے ہیں جو اخلاط کی عفونت سے پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی عفونت گاہے تمام بدن میں ہوتی ہے اور گاہے کسی ایک عضو میں پیدا ہوتی ہے۔ نیز اگرچہ عفونت ہر چہار اخلاط (خون، صفراء، بلغم اور سودا) میں پیدا ہو سکتی ہے، لیکن اطبائے قدیم کے خیال کے مطابق خون کی عفونت سے جو بخار پیدا ہوتا ہے، وہ حمائے مطبقہ (دموی بخار) کہلاتا ہے۔ [حمیات اجامیہ از حکیم کبیر الدین]

جدید تحقیقات

فرنگی ڈاکٹر مذکورہ بالا طریق سے اخلاط کی عفونت کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان ڈاکٹروں کا یہ بھی خیال تھا کہ ہوا میں برقی تبدیلیاں پیدا ہو جانے سے ملیریا کی صورت بن جاتی ہے، اور بعض کا قول تھا کہ زمین کے اندر ایک قسم کی طاقت ہوتی ہے، اگر کاشت کی جائے تو اس طاقت کو نباتات اگنے کے وقت جذب کر لیتی ہیں اور اگر نباتات خاطر خواہ نہ اگیں اور کاشت نہ ہو تو افتادہ زمین میں یہی طاقت سمیت اختیار کر کے ملیریا بن جاتی ہے۔

1680ء میں جب سنکونا اور کونین دریافت ہوئی تو ان بخاروں کے علم میں نسبتاً بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ اور فرنگی ڈاکٹر کو بہت کچھ سہولت ہوگئی۔ بلکہ یہ بھی پتہ چل گیا کہ ملیریا بخار ایسے بھی ہوتے ہیں جو متواتر چڑھے رہتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو صبح کو شام کی نسبت کم ہو جاتے ہیں۔ مگر پورے طور پر تندرستی کے درجے تک نہیں پہنچتے۔ پھر رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ یہ امر بھی واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ اس قسم کے بخاروں میں اعشائے اندرونی میں ایک سیاہ مادہ جمع ہو جاتا ہے۔ 1847ء میں میک کل نے دریافت کیا کہ ایک خاص قسم کے سیاہ کیسے طحال میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد خون کے اندر بھی ایسے سیاہ دانوں کی موجودگی ثابت ہوگئی۔ لیکن بعد میں بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ملیریا اور مچھر میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ چنانچہ اٹلی کے کاشتکاروں کا کافی مدت تک یہ خیال رہا کہ جب وہ نمناک زمین، سبزہ زاروں اور دلدلی زمین میں کام کرتے ہیں تو وہاں ایک قسم کے مچھر کے کاٹنے سے ان کو بخار ہو جاتا ہے۔ آخر کار جدید تحقیقات سے 1880ء میں ڈاکٹر لیورن نے ملیریا کو دریافت کیا اور 1895ء میں ڈاکٹر ارس نے یہ معمہ حل کر دیا کہ ایک خاص قسم کا مچھر ان جراثیم کو انسان کے خون میں داخل کرتا ہے جس سے یہ بخار پیدا ہو جاتا ہے گویا ملیریا کا سبب خاص قسم کے جراثیم تسلیم کئے جاتے ہیں اور ان کو خون میں پہنچانے والے خاص قسم کے مچھر مان لیے گئے ہیں جن کے کاٹنے سے انسان کے خون میں وہ داخل ہو جاتے ہیں۔

اسباب ملیریا

مندرجہ بالا فرنگی ڈاکٹروں کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ملیریا بخاروں کے اسباب جراثیم اور مچھر ہیں۔ جن کا بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن ان کے ساتھ کئی ایک اسباب بھی تسلیم کئے گئے ہیں، جو ملیریا کی پیدائش اور افزائش کے لئے ممد و معاون ہوتے ہیں جن کا پایا جانا از حد لازمی امر ہے۔

(۱) **مقام**: ملیریا بخار کے لئے گرم ممالک نہایت موزوں ہیں، اور اسی وجہ سے یہ گرم ملکوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ سرد ملک میں بہت کم ہوتا ہے اور شاید نہیں ہوتا۔

گرم ممالک میں بھی بالعموم نشیبی مقامات اور پہاڑیوں کی وادیوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ بلند مقامات میں جہاں گرمی ہوتی ہے یہ بخار بہت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ پانچ ہزار قدم (تقریباً 1444 گز) بلند پہاڑوں پر یہ بخار پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) **مرطوب زمین**: ملیریا کے لئے مرطوب زمین بہت زیادہ معاون اور مددگار ہوتی ہے۔ چنانچہ دریا کے قرب و جوار کی زمین، دلدلی زمین اور ایسی زمین جہاں بارش کا پانی زیادہ تر جمع ہوتا رہتا ہے اور وہاں گھاس پھوس درختوں کی شاخیں اور پتے گلتے سڑتے رہتے ہیں یا ایسی زمین جہاں جنگل کاٹ کر آبادی کی گئی ہو یا ریل کی سڑک نکالی گئی ہو۔ ملیریا کے پھیلنے کے لئے نہایت مناسب ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسی زمینوں میں لامحالہ گڑھے کھودنے پڑتے ہیں۔ جن میں پانی جمع ہوتا ہے۔ نیز جھاڑیاں، درخت اور گھاس پھونس وغیرہ کاٹنے پڑتے ہیں، جو وہاں گلتے سڑتے اور مچھروں کی پیدائش کا سبب بنتے ہیں۔

(۳) **موسم**: ملیریا بخاروں کو پھیلانے کے لئے موسم بھی خاص دخل رکھتا ہے۔ چنانچہ موسم گرما کی یکا یک تبدیلی کے بعد ملیریا کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح موسم گرما کے آخر میں جب برسات کا موسم ختم کے قریب ہوتا ہے تو اس کا بہت زور ہوتا ہے۔ لیکن بعض گرم مقامات میں سردی کے موسم میں بھی یہ بخار پیدا ہوتا ہے۔

س بخار کے لئے موسم برسات کے معاون اور مددگار ہونے کی بڑی وجہ ہوا اور زمین کی نمناکی ہے۔ جو نباتی مادہ کو گلاتی سڑاتی

اور مچھروں کو پیدا کر کے اس بخار کو پھیلاتی ہے۔

(۴) **ہوا:** ملیریا بخار کو پھیلانے میں ہوا بھی بہت مدد دیتی ہے۔بعض اوقات تو یہ مچھروں کے لئے سواری بن جاتی ہے۔اور مچھر اس کے ذریعہ ایسے مقامات پر پہنچ کر ملیریا پیدا کر دیتے ہیں جہاں اس کے پیدا ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔کیونکہ وہاں کوئی ایسی بات ہی نہیں ہوتی، جس کو ملیریا کا سبب قرار دیا جائے، لیکن گاہے وہ ہوا کے تیز وتند تھپیڑوں کی زد میں آ کر ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔اس طرح یہ ہوا جو مچھروں کو دوسرے مقامات پر لے جا کر اس کے لئے میدانِ جنگ بناتی ہے، ان کے لئے مہلک بھی بن جاتی ہے۔

(۵) **جنسیت و قومیت:** ملیریا کے لئے جنسیت اور قومیت بھی بڑا دخل رکھتے ہیں۔چنانچہ اگر چہ مرد و عورت دونوں پر ملیریا کا اثر ہوا کرتا ہے، لیکن چونکہ عورت کے قویٰ مرد سے نسبتاً کمزور ہوتے ہیں، للہٰذا وہ اس کی زد میں زیادہ آتی ہیں۔

اسی طرح اگر چہ یہ بخار دُنیا کی تمام اقوام کو ہوتا ہے۔ہندی، چینی، روسی، افریقی اور یورپی قومیں، سب اس میں مبتلا ہوتی ہیں۔ لیکن حبشیوں اور بعض چینی قوموں میں اس کا اثر کم ہوتا ہے اور گوری رنگت کے آدمی اس میں بہت زیادہ مبتلا ہوتے ہیں اور ان کو ملیریا بہت شدید ہوتا ہے۔

(۶) **عمر:** اگر چہ ملیریا بچپن، جوانی اور بڑھاپے ہر ایک عمر میں ہوتا ہے لیکن بچے اس میں بہت زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔بچوں میں طحال (تلی) کا بڑھا ہوا ہونا، اس بات کو بتاتا ہے کہ ان مقامات پر جراثیم ملیریا موجود ہیں۔

(۷) **جسم و قویٰ اور عادات:** کمزور، لحیم وشحیم اور ضعفِ معدہ اور قبض کے مریض اس مرض میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں جو اشخاص دھوپ میں چلتے پھرتے ہیں، ان کو ملیریا بہت شدید ہوتا ہے اور کام کاج نہ کرنے والے مزمن ملیریا بخاروں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ملیریا کی تباہ کاریاں

دُنیا کا کوئی حصہ نہیں ہے جہاں ملیریا نہ پایا جاتا ہو، خاص طور پر برسات کے موسم کے بعد موسم خزاں میں شاید کوئی ایسا گھر ہوگا جس میں ایک دو کو بخار نہ آتا ہو۔بعض مقامات خصوصاً دیہاتوں میں ایسی آفت آجاتی ہے کہ گھروں کے گھر ہسپتال بن جاتے ہیں۔سرکاری طور پر تخمینہ لگایا گیا ہے کہ تمام ملک میں ہر سال دس لاکھ مخلوق اس مرض سے ضائع ہو جاتی ہے۔[کرنل بھولا ناتھ]

1908ء میں جب پنجاب میں ملیریا بخار کی وبا نہایت شدت سے پھیلی تھی اور سنہ مذکورہ کے آخری تین ماہ میں اموات کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی وبا شدید بارشوں اور طغیانی کے باعث ہوا کرتی ہے۔بنگال اور آسام کو ملیریا کا گھر کہتے ہیں، لیکن مدراس اور بمبئی میں بھی بکثرت ہوتا ہے۔[از ڈاکٹر محمد نصیر الدین]

اس مرض کی تباہ کاری کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ دُنیا میں ملیریا سے پیدا کئے ہوئے امراض تقریباً تین کروڑ سالانہ اموات کا باعث بنتے ہیں، اس مرض سے جتنے کام کے گھنٹے ضائع ہوتے ہیں ان کو اگر کسی کام میں لگایا جائے تو دُنیا کے بڑے منصوبے محض چند ہفتوں میں مکمل ہوسکتے ہیں۔

اس بخار نے دُنیا کی دو بڑی قوموں کو ایسا تباہ کیا ہے کہ وہ آج صفحۂ ہستی سے ناپید ہیں۔یونانیوں کی وہ قابلِ فخر قوم جس نے سقراط، افلاطون اور لقمان جیسے فلسفی پیدا کئے۔اس کو اسی ملیریا نے ملیامیٹ کر دیا۔اس قوم کے بعد دوسری شاندار قوم رومن تھی، جس کا دارالسلطنت روم تھا۔روم نے اپنے شہر کو صحت مند رکھنے کے لئے آج سے ہزاروں سال پیشتر وہی کارروائیاں کی تھیں جو ملیریا سے بچنے

کے لئے ہم آج بھی کرتے ہیں۔ یعنی دلدل سے پانی نکالنا، شہر کے تمام گندے پانی کو پاٹ کر نالوں کے ذریعے دریائے ٹائر میں ڈالنا، مگر افسوس کہ ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود ملیریا ان کو گھن کی طرح کھاتا رہا۔ ان کے نوجوانوں کی صحت کو اندر ہی اندر خراب کرتا رہا اور ان کے جسم کو تندرست اور توانا خون سے محروم کرتا رہا۔ ملیریا اپنے مریضوں کو کمزور اور پست ہمت اور جلد تھکنے والا انسان بنا دیتا ہے۔ چنانچہ انہیں وجوہات سے رومن قوم آہستہ آہستہ فنا کے گھاٹ اترنے لگی۔ اور ان پر وحشی مگر چست اور تندرست اقوام کا غلبہ ہوا اور آج دُنیا میں رومن کا کوئی نام لیوا تک باقی نہ رہے۔ رومن قوم اس بخار سے اتنی عاجز تھی اور اس سے اتنا خوف کھاتی تھی کہ اس نے اسے دیوتا کا درجہ دے دیا اور فبرس (Febric) بخار کی دیوی کی پوجا کرنے گے۔

مختلف زمانوں میں اس بخار کی وجوہ پر طرح طرح سے قیاس آرائیاں کی گئیں۔ رومن اور یونانی اقوام کے دور شباب میں اس کا مچھروں سے تعلق سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ تعلق کیا تھا اور کس طرح تھا وہ ان کو معلوم نہ تھا۔ زمانہ وسطیٰ میں اس خیال کو چھوڑ کر لوگ دوسری نام نہاد اور مہمل وجوہات میں الجھ کر رہ گئے اور اسی وجہ سے اس مرض کا علاج کچھ چوں چوں کا مربہ ہو کر رہ گیا۔ اس بخار کا تعلق دلدل سے بھی سمجھا جاتا تھا، مگر اس واقفیت سے بہت کم فائدہ اٹھایا گیا۔

ملیریا کے مشہور ''شہیدوں'' میں سے یونان کا فاتح سکندر اعظم بھی تھا جو ہندوستان سے واپسی پر محض ملیریا کے ایک حملہ میں چل بسا۔ روم کا وحشی فاتح ''آلے رک'' بھی اسی مرض کا شکار ہوا تھا۔ اور چشم زدن میں اس کی فتوحات کا خاتمہ ہو گیا۔ اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو سینکڑوں ایسے مشاہیر نظر آئیں گے جن کی قیمتی زندگیاں ملیریا بخار کی نظر ہو گئیں اور آئندہ بھی اگر اس پر قابو نہ پایا گیا تو اس کی تباہ کاری ہمیشہ قائم رہے گی۔ [رسالہ ''ڈاکٹر'' کراچی]

خوف و ہراس

اس مرض کا خوف و ہراس اگرچہ دق وسل (ٹی بی) کی طرح تو نہیں ہے، لیکن جب یہ موسمی اور وبائی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو بےحد ڈر اور وحشت پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا حملہ قلب پر ہوتا ہے جو چند دنوں میں انتہائی کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا دوسرا حملہ خون پر ہوتا ہے جس میں قوت مقابلہ کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے اور تیسرا حملہ جگر و طحال پر ہوتا ہے۔ جن میں نیا خون پیدا کرنا اور جسم کے خون کو صاف کرنے کی قابلیت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

فرنگی اس بخار سے بہت ڈرتا اور خوف کھاتا ہے۔ ٹی بی سے بھی اس قدر نہیں ڈرتا، کیونکہ ٹی بی بخار میں نہ اس قدر تکلیف ہوتی ہے اور نہ وہ فوری طور پر کمزور کر کے انسان کو ختم کر دیتا ہے، اس لئے وہ جس ملک میں جاتا ہے یا قبضہ کرتا ہے یا اس کو مہذب بنانا چاہتا ہے تو پہلے وہاں پر ملیریا کے اثرات کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے فرنگی جب بھی گرم ممالک کی طرف جاتے ہیں، تو وہ اپنے ساتھ ملیریا سے محفوظ رکھنے کے سامان اور ادویات ضرور رکھتے ہیں۔ دُنیا میں جس قدر ملیریا بخار سے خوف و ہراس پیدا ہوا ہے وہ زیادہ تر فرنگی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

ملیریا کا مقابلہ

یورپ کی بڑھتی ہوئی تہذیب کے ساتھ دینا بھر میں ملیریا بخار کا مقابلہ شروع ہوا ہے۔ ہر ملک کی سرکار، میونسپلٹیاں اور قومی اداروں کی طرف سے اس مرض کے دفعیہ اور استیصال کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ ملیریا کانفرنسیں منعقد ہوئی ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر تحقیق و

تفتیش کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ لاکھوں روپوں کی ادویات اور دیگر سامان یورپ اور امریکہ سے ہر ملک میں جارہا ہے کہ کسی طرح اس موذی مرض سے نجات حاصل کر لی جائے۔ مگر اس وقت تک دُنیا اس کے یقینی علاج سے مستفید نہیں ہو سکی۔

ملیریا کے عوارض اور نتائج

علاوہ چار پانچ قسم کے نوبتی اور میعادی بخاروں کے جو عام طور پر ملیریا سے ہوتے ہیں، ان بخاروں کے درمیان ان کے بعد بطور عوارض و نتائج یا مزمن ملیریا یعنی پرانے ملیریا سے اور بھی کئی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ملیریا سے مریض کمزور ہو کر دیگر امراض میں مبتلا ہونے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ملیریا سے بطور عوارض اور نتائج ذیل کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں: (۱) شقیقہ یا دردِ نیم سر (۲) دردِ ابرو (۳) عرق النساء یا جانگ کا درد (۴) استرخاء - پریلے سس (۵) فالج - ہیمی پلیجیا (۶) کمی خون - انیمیا (۷) ضعف قلب (۸) خفقان (۹) تلی کا بڑھ جانا (۱۰) جگر کا بڑھ جانا (۱۱) ضعف جگر (۱۲) بدہضمی (۱۲) دردِ معدہ (۱۴) اسہال (۱۵) پیچش (۱۶) ترخاش - اچ (۱۷) نارفارسی - اگزیما (۱۸) درد (قوبا) رنگ ورم (۱۹) پرانی کھانسی (۲۰) مزمن ذات الجنب - کرانک پلیوریسی (۲۱) ضعف بصارت - رتوندی (۲۲) ضعف باہ (۲۳) سوزش خصیہ - ارکائی ٹس (۲۴) عوارضات حیض (۲۵) اسقاط حمل وغیرہ۔

ملیریل کے کیکشیا

ملیریا کے مسلسل حملوں کے بعد جب مریض کمزور ہو جاتا ہے تو اس میں ایک مزمن صورت پیدا ہو جاتی ہے اور مریض بار بار ملیریا میں گرفتار ہوتا رہتا ہے۔ اس کو سوئے مزاج ملیریا (ملیریل کے کیکشیا) کہتے ہیں، جس سے مریض طرح طرح کے امراض مثلاً کھانسی، دردِ پہلو، نیمونیا، سل، اسہال اور استسقاء وغیرہ میں مبتلا ہونے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی اس کے دماغ یا حرام مغز میں ورم بھی ہو جاتا ہے۔ مختلف ملیریائی مقامات میں جو بعض ڈاکٹر اور حکیم ملیریائی مریضوں کے علاج میں معروف رہے ہیں ان کا بیان ہے کہ ان مریضوں میں اکثر کو ضعف باہ اور نامردی کی شکایت بھی تھی۔ ملیریائی مقامات میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ بہت کمزور اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ملیریل کے ککشیا عموماً پرانے ملیریا کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس میں نقص الدم نمایاں طور پر موجود ہوتا ہے۔ ٹخنوں اور جوف شکم میں سوجن ہوتی ہے۔ تلی بہت بڑھی ہوتی ہے اور جگر بھی بڑھ جاتا ہے شاذ و نادر یہ حاد قسم کا بھی ہو سکتا ہے۔

تمام ملیریا کی نوبتی امراض میں مرض کا دورہ عموماً ایک خاص وقت میں ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ نوبتی بخاروں اور دردِ شقیقہ وغیرہ میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس نوبت یا دورہ کا سبب جیسا کہ مذکور ہوا، جراثیم ملیریا کی فصل تیار ہو کر سرخ دانہ ہائے خون پر حملہ آور ہوتا ہے۔ [مخزن حکمت از ڈاکٹر حکیم غلام جیلانی]

تحفظ اور علاج ملیریا

''تحفظ صحت علاج سے بہتر ہے'' یا ''پرہیز تمام ادویات سے افضل ہے''۔ اگر اس زریں مقولہ پر عمل کیا جائے تو انسان اس مرض اور نیز تمام امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ پرہیز یا احتیاط کرنے پر اس مرض سے حفاظت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس کے کئی طریقے ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں جیسا کہ فرنگی طب نے بیان کئے ہیں۔

اوّل تدبیر

ہر ایک تندرست آدمی، اگر ممکن ہو تو چارپائی پر مسہری یا مچھر دانی لگا کر سوئے تا کہ مچھروں کے کاٹنے سے محفوظ رہے۔ چونکہ آخر برسات اور جاڑے کی ابتداء تک ملیریا کا خاص طور پر زور رہتا ہے لہٰذا ان مہینوں میں ہر ایک شخص کو ہر دوسرے روز کونین ایک رتی یا ہفتہ میں ایک دو بار ڈھائی رتی کھائیں۔ ہاضمہ کا خاص طور پر خیال رکھیں، کھانا بھوک سے کم کھائیں۔ جب بھوک لگے تو کھائیں۔ قابض، ثقیل، بادی اور کچی پکی سڑی چیزوں کے کھانے سے پرہیز رکھیں۔ قبض نہ ہونے دیں، اگر قبض ہو تو اس کو کسی ملین دوا سے رفع کرتے رہیں۔ پانی کی صفائی کا بھی خاص طور پر خیال رکھیں۔ ملیریا پھیلنے کے موسم میں تھوڑی مقدار میں چائے یا قہوہ کا پینا بھی مفید ہوتا ہے، ان تدابیر کے علاوہ کوئی سخت محنت کا کام نہ کریں جس سے جسم میں غیر معمولی تکان پیدا ہو جائے۔ جسم کو سردی سے محفوظ رکھیں اور تمام باتوں سے پرہیز رکھیں جو صحت پر خراب اثر ڈالنے والی ہوتی ہیں اور جن سے پرہیز کرنا ہر ایک حافظ صحت کے لئے لازمی ہے۔

جب کوئی شخص ملیریا میں مبتلا ہو جائے تو جس طرح دوسرے متعدی امراض مثلاً طاعون، چیچک، ہیضہ وغیرہ کے مریضوں سے تندرست آدمی کا بچنا ضروری ہے، اسی طرح ملیریا کے مریض سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا تیماردار یا کسی تندرست آدمی کو مریض کے کمرہ میں نہیں سونا چاہئے۔ لیکن اگر سونے کے سوا چارہ نہ ہو تو مچھروں سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جائے اور ممکن ہو تو ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ ملیریا کا تیماردار بھی مچھروں کے کاٹنے سے محفوظ رہے۔ کیونکہ مچھر ہی ایک ذریعہ ہیں جو ملیریا کے مریض سے جراثیم کو تندرست آدمیوں میں منتقل کرتے ہیں۔ اگر مریض کو مچھر دانی میں رکھا جائے تو مچھروں کے کاٹنے سے بہت کچھ حفاظت ہو سکتی ہے۔ اور اگر تندرست آدمی بطور تحفظ کونین کھاتا رہے تو وہ جراثیم ملیریا سے بہت کچھ محفوظ و مصؤن رہ سکتا ہے۔

دوسری تدبیر

ملیریا سے محفوظ رہنے کی دوسری تدبیر یہ ہے کہ جراثیم ملیریا کو نیست و نابود کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں اور اس کے مریضوں کے جسم میں ایک جرثومہ بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اس غرض کے لئے مریض کو بخار سے شفایاب ہونے کے بعد عرصہ تک کونین استعمال کرائی جائے۔ کیونکہ جراثیم ملیریا کو تلف کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے اور جب تک جراثیم ملیریا کے بالکل تلف ہونے کا یقین نہ ہو جائے، اس کا استعمال برابر جاری رکھیں۔ مریضوں کے خون کا خوردبینی معائنہ کرنے پر جراثیم کا نہ پایا جانا جراثیم کے بالکل تلف ہو جانے کی

اطمینان بخش علامت ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کونین اپنی گرمی خشکی کے باعث تمام پاک و ہند خصوصاً گرم مزاج لوگوں میں گرمی اور حدت بڑھا دیتی ہے، دورانِ سر اور کانوں میں سنسناہٹ کا پیدا کر دینا تو اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ لیکن اگر قلیل مقدار میں مصلح ادویات کے ساتھ استعمال کرایا جائے، تو اس کی بہت کچھ اصلاح ہو جاتی ہے اور آدمی اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ درحقیقت ملیریا کے جراثیم کو نیست و نابود کرنے کے لئے کونین سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ ورنہ دُنیا کی ہر ایک مفید سے مفید چیز کو دیکھ لیجئے وہ مفید اثر رکھنے کے ساتھ ساتھ مضر اثر بھی رکھتی ہے۔

تیسری تدبیر

ملیریا سے بچے رہنے کی تیسری تدبیر یہ ہے کہ چونکہ مچھر ہی ایک ایسا ذریعہ ہیں جو اس مرض کے پھیلانے کا موجب ہوتے ہیں لہٰذا ان کو نیست و نابود کیا جائے۔ اگرچہ ان کا قطعاً نیست و نابود کر دینا بظاہر انسان کے قبضہ قدرت سے باہر نظر آتا ہے۔ تاہم اجتماعی کوشش سے اس میں بہت کچھ کامیابی ممکن ہے۔ بشرطیکہ مندرجہ ذیل تدابیر پر عمل کیا جائے:

① آبادی کے متصل جو نشیبی مقامات ہوں، جہاں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے اور اس میں نباتات کے گلنے سڑنے سے مچھروں کی پیدائش اور افزائش کے اسباب پیدا ہوتے ہیں تو اس کو ہموار کرا دیا جائے اور کنویں، حوض، تالاب اور جھیل وغیرہ پر اگر ممکن ہو تو باریک جالی ڈلوا دی جائے، تاکہ مچھر ان کے اندر جا کر انڈے بچے نہ دے سکیں۔ اور اگر ان مقامات میں مچھروں کے انڈے یا بچے پائے جائیں تو ان کو مٹی کا تیل یا فینائل چھڑک کر تلف کر دیا جائے۔ اگر تالاب، جھیل وغیرہ بہت بڑے ہوں تو صرف ان کے کناروں پر مٹی کا تیل چھڑک دیا جائے۔ کیونکہ مچھروں کا مسکن بالعموم کنارے پر ہی ہوتا ہے۔

② آبادی یا مکان کے لئے ایسی زمین منتخب کرنی چاہئے جو خشک اور بلندی پر ہو۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہی مقامات ہوتے ہیں جہاں مچھر رہتے اور اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔

③ آبادی کے اندر جو گڑھے ہوں، ان کو ہموار کر دیا جائے، کسی جگہ پانی جمع نہ ہونے دیں۔ نالیوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔

④ اگر مکان میں یا مکان کے قریب حوض ہو یا ناند وغیرہ لگی ہوئی ہو تو ان میں پانی جمع نہ رکھیں اور ان کی صفائی کا پورا انتظام رکھیں۔ گھر کی بدررو اور نالیوں کی صفائی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

⑤ چونکہ مچھر بالعموم کثیف اور تاریک مکانوں کو اپنا مسکن بناتے ہیں اس لئے ان کو کامل طور پر تلف اور برباد کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ روزانہ تمام مکان میں جھاڑو دی جائے۔ کسی ایک جگہ پر کسی قسم کا سامان، گھاس پھونس یا کوڑا کرکٹ عرصہ تک جمع نہ ہونے دیا جائے۔ سامان کو ہفتہ عشرہ میں دوسری جگہ یا اسی جگہ جھاڑ دے کر رکھ دیا جائے اور کوڑا کرکٹ باہر پھینک دیا جائے۔ اگر مکان کے کسی حصے میں گائے بھینس وغیرہ مویشی بندھتے ہوں تو اس کی صفائی کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ روزانہ ان کے گوبر، لید وغیرہ کو آبادی سے دور پھنکوا دیا جائے اور وہاں کی زمین کو راکھ یا ریگ ڈال کر خشک کر دیا جائے۔

⑥ چونکہ روشنی اور تازہ ہوا مچھروں کو ناگوار ہوتی ہے، اس لئے روزمرہ چند گھنٹوں کے لئے ہر ایک کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کو کچھ دیر تک کھلا رکھیں، تاکہ تازہ ہوا اور روشنی کے گزر ہونے سے کمرے میں چھپے ہوئے مچھر بھاگ جائیں اور شام

ہونے سے قبل ہی ان کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ سرشام کی تاریکی میں کمروں کے اندر نہ گھسنے پائیں، اور اگر مچھروں کی بہت کثرت ہو تو دروازوں اور کھڑکیوں پر لوہے کی باریک جالی لگوائیں یا ان پر جالی یا ململ کے باریک پردے ڈال دیں، تاکہ مچھر اندر نہ داخل ہو سکیں۔

ان تدابیر کے علاوہ گندھک، عاقرقرحا، دھوپ، گوگل وغیرہ کی دھونی دیں۔ مکانوں سے باہر دھوآں کرنے، خصوصاً نیم کے پتوں کو جلا کر دھواں کرنے سے مچھر بھاگ جاتے ہیں۔ [حمیات اجامیہ از حکیم کبیر الدین]

ملیریا کے علاج اور ادویات کی تلاش

جب تک دُنیا کو ملیریا کے متعلق یہ علم نہیں تھا کہ وہ ایک گندی اور زہریلی ہوا ہے اس وقت تک اس کو جن بھوت کا اثر یا دیوی دیوتاؤں کی ناراضگی سمجھا گیا اور اس مقصد کے لئے منتر و جنتر اور تعویز و گنڈے وغیرہ کئے گئے یا قربانیاں دی گئیں اور دعائیں مانگی گئیں۔ لیکن جب اس امر کا یقین ہو گیا کہ ملیریا ایک قسم کی گندی اور زہریلی ہوا ہے جو نمدار زمین اور درختوں و پتوں کے گلنے سڑنے سے پیدا ہوتی ہے تو اس وقت سے اس کے علاج کے لئے ادویات تلاش کی گئی اور عجیب غریب نسخے بنائے گئے جن کو معلوم کر کے حیرت بھی ہوتی ہے لیکن ان میں بعض اسرار بھی نظر آتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ رومن بادشاہ نیرو کے طبیب خاص نے اس کا ایک عجیب نسخہ تجویز کیا تھا کہ جس میں دیگر ادویات کے ساتھ سانپ کا گوشت اس کا جزو اعظم تھا۔ اسی زمانے کے ایک دوسرے طبیب نے اس بخار میں پسوؤں کا عرق بہت مفید بتایا۔ جالینوس نے اس بخار کا علاج فصد اور جلاب تجویز کیا ہے، لیکن آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مریضوں کو پان میں کھٹل اور مکھیاں کھلائی جاتی ہیں، ان سے بھی سخت علاج (داغنا) کی طرف توجہ کی گئی یعنی بیچارے مریضوں کے پیٹ، طحال اور جگر پر لوہے گرم کر کے ان کو داغا گیا۔

ان علاجوں سے فائدہ تو برائے نام ہوا ہوگا، لیکن تکالیف زیادہ ہوئی ہوں گی۔ البتہ اس قدر پتہ ضرور چلتا ہے کہ انہوں نے اس مرض کو زہریلا اور پیٹ و طحال اور جگر کا مرض ضرور سمجھا جس کے لئے انہوں نے زہریلی اشیاء استعمال کیں اور مریض کے اعضاء کو داغ کر مرض دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

آیورویدک میں اس کا علاج دوشو (وات و پت اور کف) کی اصلاح اور ان کی کمی بیشی سے کیا گیا۔ جو یقیناً کامیاب ہے۔ اسی طرح طب یونانی نے اس زہر اور عفونت کا علاج اخلاط و کیفیات کی اصلاح اور اعتدال کے ساتھ تے، نضج، تلیین، مسہل اور مقوی و قابض ادویات کے ساتھ بے حد تسلی بخش اور کامیابی کے ساتھ کیا۔ لیکن جب سے اس طریقہ علاج کے قوانین کو چھوڑ کر مجربات سے علاج کرنا شروع کر دیا گیا ہے، شفا کم ہو گئی ہے۔

کولمبس کے امریکہ دریافت کرنے کے کچھ دنوں بعد یہ خبر آئی کہ جنوبی امریکہ میں ایک ایسا درخت ہے جس کی چھال کے جوشاندہ سے جاڑا بخار اچھا ہو جاتا ہے۔ اس خبر پر کسی کو یقین نہ آیا مگر جب ہسپانوی پادریوں نے اس کی چھال منگوائی تو سارے یورپ کے ڈاکٹروں نے اس کی شدید مخالفت کی اور اس حد درجہ مفید چھال کے خلاف طرح طرح کی چہ مے گوئیاں کرنے لگے۔ یہ ان پادریوں کی ہمت اور استقلال تھا کہ وہ اس چھال کے استعمال پر قائم رہے۔ اور ہم آج اسی چھال کو سنکونا کہتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ملیریا کا شرطیہ علاج کرتے ہیں۔

1958ء میں ملیریا وبائی صورت میں جزیرہ برطانیہ میں ظاہر ہوا، اور اسی کے ساتھ پادریوں کا یہ سفوف بھی داخل ملک ہوا۔ مگر بدقسمتی سے وہاں پر ''کرامول'' کی حکومت تھی۔ جو رومن کیتھولک فرقہ کی ہر چیز سے نفرت کرتی تھی۔ چنانچہ جب ''کرامول'' کو ملیریا ہوا، مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ پادریوں کے اس سفوف کو اسے پلا دے اور یہ غریب محض اپنے مذہبی جنون کے جوش میں اپنی جان کھو بیٹھا۔

1777ء میں میک برانڈ نامی انگریز ڈاکٹر نے ملیریا کے مریضوں کو سنکونا کی چھال کا جیکٹ پہننے کی ہدایت کی۔ یہ عجیب بات ہے کہ انگلینڈ کے ڈاکٹر جب سنکونا اور اس سے نکلی ہوئی کونین کی شدید مخالفت کر رہے تھے تو انہیں کے ملک میں ایک پرتگالی ڈاکٹر انگریزی پانی کے نام سے سنکونا کا جوشاندہ ہزاروں بوتلوں کی تعداد میں سارے یورپ میں بھیج رہا تھا۔ اور اس طرح اس نے کروڑوں روپوں کی کامیاب تجارت کی۔ انگلستان کے ڈاکٹروں کی تنگ نظری اور حماقت کے سبب سے وہاں کے مریض کافی عرصہ تک پریشان رہے اور ہزاروں کی تعداد میں اللہ کو پیارے ہوتے رہے۔

1812ء میں کلکتہ کے ایک تجربہ کار ڈاکٹر جیمسین جانسن نامی نے کونین سے ملیریا کا علاج کرنے کی سخت ممانعت کر دی اور اس کے بدلے پارے سے علاج کی ہدایت کی (پارہ بھی مفید ہے، اس سے جراثیم ملیریا مر جاتے ہیں)۔ ڈاکٹر جانسن کے اس عجیب نسخہ کے خلاف ڈاکٹر ہانی ڈے نے آواز اٹھائی کہ اس سے شفا کم اور موت زیادہ واقع ہوتی ہے۔ تو اس کو اس جسارت کی سزا میں ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ سمجھ نہیں آتا کہ ڈاکٹر جانسن کے نسخہ سے ملیریا کا مریض کیونکر جانبر ہو سکتا ہے جب اس میں کیلومل (Calomal) کی مقدار خوراک تیس گرین تھی اور دن بھر میں ایسی تین خوراکیں دی جاتی تھیں۔ مریض تیسری خوراک پینے سے قبل یقینی طور پر اپنے خالق حقیقی سے ملنے کے لئے چلا جاتا ہوگا۔

1815ء میں ''منگو پارک'' نامی ایک سیاح یورپ کے چوالیس باشندوں کی ایک ٹولی بنا کر بھڑ (افریقہ) کی سیاحت کو گیا۔ اس کے ملیریا سے بچنے کی کوئی معقول دوا مثل کونین نہ تھی۔ ان چوالیس سیاحوں میں سے اتالیس ملیریا بخار میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ اسی قسم کی ایک پارٹی اسی علاقہ میں 1852ء میں بھڑ گئی، مگر اس دفعہ اس کے پاس کونین تھی، یہ روزانہ آٹھ گرین کھاتے تھے، اور ان میں ملیریا کے سبب سے کوئی موت واقع نہ ہوئی۔

1820ء میں فرانس کے دو کاریگر کیمیاگروں (Chemists) نے نے سنکونا کی چھال سے کونین کو الگ کیا، اور اس کے نکالنے کی ترکیب جلی حرفوں میں شائع کر دی تاکہ اس ایجاد کا زیادہ سے زیادہ فائدہ بنی نوع انسان کو ہو۔ یہ سنکونا درخت کا بیج جنوبی امریکہ سے کس طرح لایا گیا اور اس کی کاشت پرانی دنیا میں کس طرح کی گئی۔ وہ بذاتِ خود ایک دلچسپ اور طویل مضمون کا عنوان بن سکتا ہے۔

1914ء کی عالمگیر جنگ میں جرمن فوج کے لئے کونین کا ملنا ناممکن ہو گیا، چونکہ کونین کی پوری مقدار انگریزوں یا ولندیزیوں کے قبضہ میں تھی۔ جرمن کے سائنسدانوں نے کونین کے بدلے ایسے دو کیمیاوی مرکبات تیار کر دیئے جو بعض حالتوں میں کونین سے بدرجہا بہتر تھے۔ آج یہ ملیریا بخار کی مشہور عالم دوائیاں ہیں۔ یعنی آٹے برن (Atebrin) اور پلازموکن (Plesmoquoin) یہ دوائیں جنگ عظیم دوم میں بھی بکثرت استعمال کی گئیں۔ اور دونوں فریقوں نے ان سے جی بھر کر فائدہ اٹھایا۔ کونین کہنہ ملیریا بخار کو اچھا کرنے سے قاصر ہے مگر پلازموکن محض دس دنوں میں پرانے ملیریا بخار کو اچھا کر دیتی ہے۔ اسی طرح آٹے برن محض تین دنوں میں ملیریا کے جاڑے بخار کو اچھا کر دیتا ہے۔ اور اس کے ہفتہ وار استعمال سے ملیریا کبھی نہیں ہوتا۔

سائنسدانوں نے اپنا کھوج جاری رکھا اور ایسی دوا ایجاد کرنے کے فکر میں رہے جو ملیریا کے تینوں اقسام کے لئے یکساں مفید ہو۔

اس دفعہ جرمنی کے کیمیا گر پھر سامنے آئے اور انہوں نے ریسوچن (Resochin) نامی دوا دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ یہ دوا کلورا کوئین (Chloraquin) ہے۔ ملیریا کے لئے اب تک جتنی ادویات نکلی ہیں، ان میں سب سے بہتر ہے۔ یہ غیر مضر ٹکیاں ملیریا کو روکتی ہیں، اور ملیریا کے تینوں اقسام میں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ ''امیبک'' قسم کی پیچش میں بھی مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اور آئی-سی-آئی پلوڈین (Paladrin) نامی دواء بھی نکالی ہے جو ملیریا کی ایک قسم کے لئے تیر بہدف علاج ہے مگر یہ کبھی کبھی ہفتہ وار کھانے والے انسانوں کو نقصان پہنچا دیتی ہیں۔ مثلاً دردِ معدہ، پیشاب میں خون وغیرہ۔ ان ادویات کے علاوہ ڈاراپرم (Daraprim) بھی ایک دوا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ یہ ذائقہ میں پھیکی ٹکیاں ہیں اور اسے بچے بھی کھا سکتے ہیں۔ یہ انگلینڈ باروز ویلکم کمپنی نے ایجاد کی ہے۔ امریکہ کے پارک ڈیوس نے کاموکوئین (Camoquin) نامی ٹکیاں نکالی ہیں جو محض ایک دن کے اندر ملیریا بخار کو اچھا کر دیتی ہیں۔ یہ حسب معمول امریکی دواؤں کی طرح مانی گئیں۔ ایک نئی دواء آئی سی آئی (Primaquim) کہنہ ملیریا کے لئے اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ [ماہ نامہ ہمارا ڈاکٹر کراچی]

ملیریائی بخاروں میں کونین اکسیر تسلیم کی گئی

معالجاتی وسیع تجربات اور مشاہدات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ملیریائی بخاروں کے دور کرنے میں کونین سے بڑھ کر کوئی مفید دوا نہیں ہے۔ کونین ان بخاروں میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے، چنانچہ ولایت کے ایک نہایت مشہور و معروف ڈاکٹر پیٹرک مین سن صاحب کا قول ہے کہ آج کل اگر کوئی ڈاکٹر یا طبیب کونین کو چھوڑ کر اور دواؤں سے ملیریا کا علاج کرنے کی کوشش کرے تو وہ مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح ولایت ایک نامور ڈاکٹر جو اعلیٰ درجے کے مصنف بھی ہیں، یعنی ڈاکٹر مسلر صاحب فرماتے ہیں کہ آج کل اگر کوئی طبیب ملیریائی بخار کا کونین کے ساتھ کامیابی کے ساتھ علاج نہیں کر سکتا تو اس کو طبابت چھوڑ دینی چاہئے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملیریا بخاروں کو دور کرنے کے لئے کونین کس قدر مفید ہے۔ کونین کے متعلق صرف انگلستان کے چند نامور ڈاکٹروں کا ہی قول نہیں بلکہ یورپ (جس میں یونان اور روم بھی شامل ہیں) امریکہ اور جاپان غرض کہ کل جہان کے اطباء اتفاق کرتے ہیں۔

مگر افسوس کہ ہمارے ملک کے بعض خود غرض حکیم اور وید صاحبان خواہ مخواہ کونین سے نفرت کرتے ہیں، وہ اس کو ولایت کی ایک بہت گرم خشک دواء سمجھ کر ہندوستانی مریضوں کے لئے اسے چنداں مفید خیال نہیں کرتے۔ یہ ان کی اپنی لاعلمی اور نادانی ہے، ورنہ کونین ملیریائی بخاروں کے لئے درحقیقت اکسیر ہے۔

نوٹ: چونکہ علم طب کا موضوع جسم انسانی ہے اور انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس لئے علم و عمل طب بھی ایک فن شریف بلکہ اشرف ہے۔ لیکن اس کی شرافت اس میں ہے کہ اس کا اصول خُذْ مَا صَفَادَ عْ مَا کَدَرُ ہو، یعنی جہاں کوئی مفید بات ملے اسے اپنے موضوع کی خدمت کے لئے فوراً اختیار کر لیا جائے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب حکیم سید محمد حسین صاحب علوی نے اپنی مشہور کتاب مخزن الادویہ میں برک کے نام سے سنکونا بارک (Cinchona Bark) اور اس کے ضمن میں کنہ کنہ کے نام سے کونین کا ذکر کیا ہے، اور اس کو نوبتی بخاروں اور دیگر نوبتی امراض میں نہایت مفید بتایا ہے۔ مگر تقریباً ڈیڑھ صدی گزرنے کے بھی ہندوستان کے اکثر حکیموں کو یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ برک یا بارک درحقیقت سنکونا بارک ہے اور کنہ کنہ کونین ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہوتا ہے کہ کونین کے استعمال کو بتانے سے پہلے کچھ اس کی مختصر سی تاریخ بھی بتا دی جائے۔

تاریخ کونین

کونین ایک جوہر ہے جو درخت سنکونا کی چھال سے جدا کیا جاتا ہے۔ یہ درخت جنوبی امریکہ میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آج کل یہ ہندوستان کے بعض حصوں مثلاً کوہ نیلگری یا دارجلنگ، برما اور لنکا وغیرہ میں بھی بکثرت ہوتا ہے۔

پیرو (جنوبی امریکہ) کے باشندے کسی ایسی چھال کو جو بخار کو دور کرنے کی خاصیت رکھتی ہے کینا کینا کہتے ہیں۔ ایک بار پیرو کی ہسپانوی نو آبادی کے وائسرائے کی بیگم جس کا نام سنکون (Cinchon) تھا، نوبتی بخار میں ایسی مبتلا ہوئی کہ اسے کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار سفوف کینا کینا دینے سے اس کو بخار سے کلی شفا حاصل ہوگئی۔ اس وقت اس دواء کی بڑی شہرت ہوئی۔ پھر وہ بیگم 1660ء میں اس دوا کو اپنے ملک ہسپانیہ میں لے گئی۔ اور وہاں اس کے نام پر اس دوا کا نام ہی سنکونا مشہور ہوگیا۔ 1669ء میں اس دوا کی شہرت شہر روما (اٹلی) میں پہنچی۔ اور وہاں بھی نوبتی بخاروں میں استعمال ہوتی رہی۔ پھر 1679ء میں فرانس میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ 1677ء میں یہ دوا لندن فارما کوپیا (قرابادین) میں درج کی گئی اور اسی زمانے سے یہ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں کو بھی بغرض استعمال بھیجی گئی اور غالباً ہندوستان میں بہت پھیل گئی۔ کیونکہ حکیم محمد حسین صاحب علوی نے 1770ء میں اپنی کتاب ''مخزن الادویہ'' میں اس کے انگریزی نام بارک (Bark) سے اس کا بیان کیا ہے۔

پہلی مرتبہ ہندوستان میں 448 روپے فی پونڈ کے حساب سے کونین خریدی گئی تھی، لیکن رفتہ رفتہ اس کی قیمت کم ہوتی گئی اور آخر میں 16 روپے فی پونڈ فروخت ہوئی۔ الغرض کونین درخت سنکونا کی چھال کا جوہر (جزو موثر) ہے اور اس درخت کا اصل مسکن اب اہل ہند کے لئے یہ کوئی بدیشی دوا نہیں بلکہ دیسی اور سودیشی ہے۔

یوں تو کونین کئی قسم کی ہوتی ہے لیکن عام طور پر کونین سلفیٹ استعمال کی جاتی ہے۔ کونین عموماً چار طریق سے دی جاتی ہے:

(۱) براہِ دہن (۲) براہِ مقعد (۳) بذریعہ عضلاتی یا زیر جلد پچکاری (۴) بذریعہ وریدی پچکاری۔

لیکن زیادہ تر یہ براہِ دہن بشکل سفوف یا گولی یا عرق دی جاتی ہے۔ اس کی مقدار خوراک گرم ممالک میں پانچ گرین سے پندرہ گرین تک اور سرد ممالک میں 15 گرین سے 45 گرین تک دے سکتے ہیں۔

کونین کے نقصانات

بعض اشخاص کو کونین کی بہت کم برداشت ہوتی ہے، خصوصاً نازک مزاج عورتوں کو یہاں تک کہ انہیں تھوڑی مقدار میں کونین دینے سے بھی سنکونزم یعنی سمیت کونین کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً کان بجنے لگتے ہیں اور سر میں درد ہونے لگتا ہے۔

سنکونزم (Cinchonism)

اگر زیادہ مقدار میں کونین دی جائے، یا عرصہ تک اس کا استعمال کیا جائے، تو کانوں میں سنسناہٹ معلوم ہوتی ہے۔ یعنی کان بجنے لگتے ہیں اور زبان گنگ معلوم ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں میں تھرتھراہٹ آ جاتی ہے۔ بدن کانپنے لگتا ہے۔ دل دھڑکنے لگتا ہے، بے خوابی اور بے چینی ہوتی ہے۔ سر بھاری معلوم ہوتا ہے، اور اگر کونین کی مقدار بہت زیادہ ہو تو بینائی میں فطور آ جاتا ہے۔ چال لڑکھڑانے لگتی ہے اور سر میں نہایت سخت درد ہونے لگتا ہے اور بذیان ہو کر مریض پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ نہایت ضعف کی حالت میں حرکت قلب یا تنفس کے بند ہو جانے سے موت کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

لیکن کونین کا استعمال موقوف کرنے کے بعد مذکورہ بالا خطرناک علامات اکثر زائل ہو جاتی ہیں مگر بعض اوقات قوت سماعت اور قوت بصارت میں نقص آ جاتا ہے اور پرانے ملیریائی بخار کے مریضوں میں بعض اوقات زیادہ کونین کے دینے سے خونی پیشاب آنے لگ جاتا ہے جس کو اصطلاح میں کونینی ہیموگلابی نوریا (خونی پیشاب کونینی) کہتے ہیں پس کونین کے استعمال کرنے میں اس کے نقصانات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے، اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملیریائی بخاروں میں کونین اکسیر کا حکم رکھتی ہے، لیکن پھر بھی اس کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے اور اگر کسی نازک مزاج مریض یا مریضہ کو واقعی کسی قسم کی بھی کونین کی برداشت نہ ہو، تو پھر مجبوراً اس کو بخار روکنے کے لئے کوئی اور دوا دیں۔

ملیریا بخاروں کے علاج

ملیریائی بخاروں کے علاج ان کی اقسام کے مطابق کیا جاتا ہے۔ اس لئے پہلے ملیریا کے بخاروں کو دو جماعتوں میں منقسم کیا گیا تھا: (ا) نوبتی بخار (۲) لازمی بخار۔

نوبتی بخار کی پھر تین قسمیں مانی جاتی تھیں۔ (الف) روزانہ بخار جس کا دور 24 گھنٹے بعد ہوتا ہے۔ (ب) تجاری بخار جس کا دورہ 48 گھنٹے بعد ہوتا ہے۔ اور (ج) چوتھیا بخار جس کا دورہ 72 گھنٹے کے بعد ہوتا ہے۔ لازمی بخار، جس کا خفیف بخار تو ہر وقت رہتا ہے لیکن وہ دن میں ایک بار یا دوبار تیز ہو جاتا ہے۔

مگر آج کل ان بخاروں کو ملیریا کے اقسام کے لحاظ سے منقسم کیا جاتا ہے چنانچہ یہ بتلایا جا چکا ہے کہ جراثیم ملیریا تین قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن پیدائش اور شکل کے لحاظ سے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک گول کرم ملیریا اور دوسرے ہلالی کرم ملیریا۔ گول کرم ملیریا تو خفیف قسم کا بخار کرتے ہیں۔ چنانچہ تجاری اور چوتھیا بخار اسی قسم کے کرموں سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن ہلالی کرم ملیریا یا شدید قسم کا ملیریا بخار پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ روزانہ نوبتی اور لازمی ملیریائی بخار ملیریا کی اسی قسم سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس بخار خفت اور شدت کے لحاظ سے ملیریائی بخاروں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خفیف ملیریائی بخار جو گول کرم ملیریائی سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ تجاری اور چوتھیا بخار اس قسم کے بخار ہیں۔ دوسرے شدید ملیریائی بخار جو ہلالی قسم ملیریا سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ روزانہ بخار یا جاڑا بخار اور لازمی بخار اس قسم کے بخار ہیں۔

نوٹ: اب نوبتی بخار اور لازمی بخار دو قسم کے جاری مختلف قسم کے بخار نہیں مانے جاتے۔ بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر بہت زیادہ کرم ایک ہی وقت میں پختہ ہو کر تیار ہو جائیں یعنی اپنی نسلیں بڑھا لیں تو روزانہ نوبتی بخار ہے جس میں ایک باری اترنے نہیں پاتی کہ دوسری آ جاتی ہے اور اگر ان کرموں کی دو نسلیں یکے بعد دیگرے داخل جسم ہو کر پختہ ہو جائیں تو دو نوبتی بخار متواتر ہوں گے یا ایک ہی دن بخار کی دو باریاں آئیں گی۔ پس اس طرح ''ڈبل کوٹڈین'' (دوہرا روزانہ)، ''ڈبل ٹرشین'' (دوہرا تجاری) اور ڈبل کوارٹن (دوہرا چوتھیا) وغیرہ بخار پیدا ہوتے ہیں۔ [مخزن حکمت از ڈاکٹر غلام جیلانی]

ملیریائی بخاروں کے علاج کی دو صورتیں

باوجود کہ یہ امر فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی تحقیقات میں یقین کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اس کے لئے یقینی علاج ہیں، تاہم اس کے علاج کی دو صورتیں ہیں اول جراثیم کش کا استعمال اور دوسرا اس کی علامات کا علاج۔ جراثیم کش ادویات میں کونین یا دیگر ادویات کو بعض فرنگی ڈاکٹروں میں سے کوئی بخار کی حالت میں دیتے ہیں اور کوئی بخار کے اُتر جانے یا کم ہو جانے

پر استعمال کرتے ہیں، بہر حال ہر ایک کے ذاتی تجربات ہیں۔

دوسری صورت میں ملیریا کے اندر جو علامات پیدا ہوتی ہیں جن میں یقینی علامات میں نوبت آنا، سردی کا لگنا، بدن کا ٹوٹنا، سر کا درد یا بوجھل ہونا، دل کی بے چینی، جی متلانا، قے کا ہونا، بخار کا ہونا، بخار کا چڑھنا، غشی اور پسینہ کا آنا، اس کے علاوہ ہاتھ پاؤں جلتے ہیں، منہ کا مزا کڑوا، پیاس کی شدت، معدہ کا خراب ہونا، بھوک بند، کبھی اسہال، بدن دکھتا ہے۔ پیشاب بار بار آتا ہے، انتہا یہ کہ منہ، زبان اور چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور جب یہ مزمن صورت اختیار کر لیتا ہے تو زردی کی بجائے سیاہی نمودار ہو جاتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ کونین یا دیگر جراثیم کش ادویات جس قدر بھی چاہے استعمال کرادی جائیں یہ علامات رفع نہیں ہوتیں اور تو اور نہ تو ان سے قبض رفع ہوتی ہے اور نہ ہی اسہال بند ہوتے ہیں۔ اس لئے جب تک یہ علامات رفع نہ ہوں ملیریائی بخاروں کو آرام نہیں ہوتا۔ بلکہ موت واقع ہو جاتی ہے۔

ملیریا کا علاج خصوصاً اس کا علاماتی علاج ہم یہاں نہیں لکھیں گے۔ کیونکہ اوّل تو اس کا علاج تفصیل کے ساتھ فرنگی ڈاکٹروں اور فرنگی طبیبوں کی کتب میں درج ہے۔ دوسرے ہمارا مقصد صرف ملیریا کی مکمل ماہیت واثرات اور کونین و دیگر جراثیم کش ادویات کی حقیقت پر روشنی ڈالنا ہے۔ تاکہ ہم اس پر صحیح طرح پر تنقید اور تبصرہ کر سکیں۔

چونکہ ہم ملیریا کی اس تحقیق کو غلط سمجھتے ہیں جیسے گزشتہ زمانوں کی تحقیقات کو فرنگی ڈاکٹر غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس تحقیقات کے تحت ہم علاج تحریر کرنا درست نہیں سمجھتے۔ جس اہل فن اور صاحب علم کو ملیریا کے علاج بارے ہمارے علاج کے نظریے کو سمجھنا ہو تو وہ ہماری کتاب ''تحقیقات حمیات'' کا مطالعہ کریں جو شائع ہو چکی ہے، وہ جس میں ملیریا کو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت بیان کر کے اس کا علاج لکھا گیا ہے۔

ملیریا کے زہر کے فوائد

ملیریا صرف تکلیف دہ اور نقصان رساں ہی نہیں ہے بلکہ اس کے فوائد بھی ہیں۔ جیسے دیگر اقسام کے زہروں کے نقصان اور ضرر کے ساتھ فوائد بھی تسلیم کئے گئے ہیں، جاپان کے ایک ڈاکٹر نے جوڑوں کے دردوں کا کامیاب علاج ملیریا کے بخار سے کر کے نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔ اسی طرح ایتھنز (یونان) کے ڈاکٹر تھیوڈر میپوس نے کہا ہے کہ اگر سرطان کے مریض کو ملیریا سے بیمار کر دیا جائے تو سرطان کا کامیاب علاج ممکن ہے۔ ان کا تجربہ ہے کہ اگر سرطان کے مریض کے جسم میں ملیریا کے مریض کا خون پہنچا دیا جائے تو سرطان والی میلیس مر جاتی ہے۔ اس کی بنیاد ان کا تحقیقی مطالعہ تھا۔ انہوں نے غور کیا کہ یونان کے جن علاقوں میں ملیریا کا قلع قمع ہو چکا ہے وہاں سرطان کے مرض کی کثرت ہو گئی ہے۔

حقیقت ملیریا

ملیریا ایک قسم کا زہر ہے جو مچھر کے ذریعہ جسم انسان میں پیدا ہوتا ہے جس کی مکمل ماہیت، پیدائش، اثرات، اسباب، علامات، حفظ صحت، علاج اور فرنگی طب کے مطابق بیان کر دی ہیں بلکہ اس کے مفید نتائج بھی لکھ دیئے ہیں، تاکہ آئندہ صفحات میں اس پر پورے طور پر نظر و نقد کر سکیں۔

ہم نے ملیریا کی حقیقت لکھنے میں کسی تنگ نظری اور بخل سے کام نہیں لیا۔ تاکہ اہل علم اور صاحب فن خصوصاً فرنگی ڈاکٹر یہ اعتراض نہ کر سکیں کہ ہم نے ملیریا کی حقیقت کو سمجھے بغیر اس پر تنقید و تبصرہ کیا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں یہ ثابت کریں گے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے نہ ہی کونین اور دیگر جراثیم کش ملیریا کے زہر کو دور کرسکتی ہیں۔ فرنگی ڈاکٹروں کی تحقیقات جو ملیریا بخار کے متعلق ہیں وہ نہ صرف غلط ہیں بلکہ طبی دُنیا میں گمراہ کن بھی ہیں، ان تحقیقات کی روشنی میں نہ صرف بخاروں کا علاج مشکل ہے بلکہ آئندہ تحقیقات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

ایٹمی دور

ملیریائی بخاروں اور اس کی ادویات پر تنقید و تبصرہ اور ہماری تحقیقات کو سمجھنے سے قبل یہ امر ذہن نشین کرلیں کہ آج کل ایٹمی دور ہے۔ جس سے ہر عنصر کا دل چیر دیا گیا ہے اور وہ عنصر ان معنوں میں عنصر نہیں رہا۔ کیونکہ ہر عنصر تجزیہ کے بعد کچھ شکل اختیار کرگیا ہے اور اس کے متعلق فرنگی طب کے جو عقائد تھے وہ ختم ہو چکے ہیں۔ فرنگی کی موجودہ طب کم از کم سو سال پرانی ہے۔ اب یہ ایٹمی دور کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ وہ خود پریشان ہے، وہ اس کو فوراً بدل دینا چاہتا ہے۔ وہ جراثیم کی جگہ فوراً ریڈیائی، مختلف شعاؤں کے افعال اور ایٹمی اثرات کو لانا چاہتا ہے۔

فرنگی ڈاکٹروں اور محققوں کو یقین ہوگیا ہے کہ ان کے پاس ٹی بی، کینسر اور دیگر خوفناک امراض کا علاج بالکل نہیں ہے، خصوصاً جراثیم کش ادویات کے ماتحت اب بالکل وہ ان امراض پر قابو نہیں پاسکتے، کیونکہ گزشتہ سو سال میں وہ ان پر بے شمار تجربات کر چکے ہیں۔ تنگ آ کر اب کچھ عرصہ سے ریڈیم اور دیگر اقسام کی شعاعوں کی طرف رجوع کیا ہے۔ انہیں جب سے ایٹمی توانائی کا علم ہوا ہے، اس طرف دھیان و توجہ اور امیدیں لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ جب بھی ایٹمی توانائی پر قابو پالیا گیا ان امراض سے چھٹکارہ نصیب ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں کچھ نہ کچھ تجربات بھی کئے جارہے ہیں۔ کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے اگرچہ یہ کامیابی ایک موہوم کامیابی ہے۔ بالکل ایسے جس طرح جراثیم کش ادویات سے بعض امراض میں عارضی طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ امراض پر مکمل فتح کی کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک عناصر کی شعاعوں کی طرح جسم انسان کا بھی بنیادی تجزیہ نہ کیا جائے تاکہ ہم ان بنیادوں کو ضرورت کے مطابق بدل سکیں۔

کہا جاسکتا ہے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس نے جسم انسان کا اس کے ابتدائی خلیہ (سیل) تک تجزیہ کرلیا ہے جن سے امراض کا سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاحال فرنگی ڈاکٹر مرکب اعضاء سے علاج کرتی ہے۔ ان کا طریق علاج خلیاتی نظریہ (سیل تھیوری) پر منطبق نہیں ہوا۔ اور ان کو اس پر ترتیب دیا گیا ہے۔ دوسرے خلیاتی علاج (سیلز ٹریٹمنٹ) بھی مرکب اعضاء کا علاج ہے۔ اور خلیہ بھی جسم کی بنیاد نہیں ہے بلکہ فرسٹ یونٹ ہے کیونکہ اس میں زندگی کے ساتھ تسلیم و تصفیہ اور تغذیہ بلکہ احساس کی قوت بھی ہے اس لئے جب خلیہ کے ان قوئی پر قابو نہیں پایا جائے گا اور یہ قابو اس وقت تک پایا نہیں جاسکتا جب تک مفرد اعضاء کے افعال اور ان کے تعلقات کو پورے طور پر ذہن نشین نہیں کیا جائے گا۔ ہم ملیریائی بخاروں پر انہی نظریات اور قوانین کے تحت روشنی ڈال کر ثابت کریں گے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے۔

ملیریا کوئی بخار نہیں ہے...

نوٹ: ہم نے ملیریا کی حقیقت کو مکمل طور پر بے حد خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اب ہم اپنی غیر معمولی تحقیقات سے ثابت کرنا چاہتے ہیں، سو فرنگی ڈاکٹروں، فرنگی حکیموں، اہل فن اور صاحب علم کا فرض ہے کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ اس تحقیقات کو سمجھیں اور غور کریں تا کہ وہ خود بھی مستفید ہوں اور مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ جن کی خدمت کرنا وہ اپنی زندگی کا مقصد بنا چکے ہیں۔

ملیریا بخار کی افہام و تفہیم

ملیریائی بخاروں کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہم تین امور پر بحث کریں گے:

اوّل: بخار کی حقیقت کیا ہے، خصوصاً ملیریا بخار کی صورت کیا ہے؟

دوم: ملیریا جو کچھ بھی اس کو فرنگی ڈاکٹر اور ماڈرن سائنس سمجھتی ہے اس کا بدن انسان سے کیا تعلق ہے؟

سوئم: کیا جراثیم ملیریا پیدا کر سکتے ہیں؟ اگر جراثیم ملیریا بخار پیدا نہیں کر سکتے تو ملیریا بخار کی حیثیت کیا ہے؟

اوّل- بخار کی تعریف

بخار کو عربی میں حمّی جمع حمیات، فارسی میں تپ اور انگریزی میں فیور (Fever) کہتے ہیں، یہ ایک قسم کی عارضی اور غیر معمولی حرارت ہے۔ خون کے ذریعے قلب سے شرائین و عروق اور خون و روح کے توسط سے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس کے مشتعل ہونے سے افعال بدن میں تحلیل اور ضعف ہوتا ہے اور ان کے طبعی افعال میں خلل واقع ہوتا ہے۔ غصہ و لذت، گرم اغذیہ و اشیاء اور ورزش اور تکان سے بھی حرارت بڑھ جاتی ہے۔ لیکن اس قسم کی پیدائش حرارت کو بخار میں شریک نہیں کرتے۔ اگرچہ ظاہر میں اس قسم کی پیدا شدہ حرارت بھی عارضی اور غیر معمولی ہوتی ہے۔ لیکن یہ حرارت غیر از جسم نہیں ہوتی، بلکہ حرارت اصلیہ ہوتی ہے، جو خاص وجوہات سے جسم کے کسی حصہ میں اکٹھی ہو جاتی ہے۔ جس کو اخراج کی خاطر طبیعت مدبرہ بدن قلب کے ذریعے جسم میں بخار کی صورت میں پھیلا دیتی ہے اور وہ سبب رفع ہو جانے کے بعد فوراً رفع ہو جاتی ہے۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا اپنی کتاب ''القانون'' میں لکھتے ہیں کہ بخار ایک عارضی حرارت کا نام ہے جو پہلے قلب میں بھڑکتی ہے، اور قلب سے روح و خون اور شرائین کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس سے یہ حرارت تمام بدن میں اس طرح بھڑک اٹھتی ہے کہ بدن میں ضرر پیدا ہو جاتا ہے۔ غصہ اور تکان کی حرارت اس درجہ تک نہ پہنچی ہو کہ طبعی افعال میں آفت پیدا کر دے۔

شیخ الرئیس کے اس قول پر کہ ''بخار ایک عارضی حرارت ہے'' صاحب ''شرح اسباب'' علامہ نفیسی تشریح کرتے ہیں کہ ''یہ حرارت عارضی اس لحاظ سے ہے کہ نہ یہ بدن کے بنانے میں داخل ہے اور نہ یہ بدنی ماہیت کا کوئی جز ہے۔ بلکہ یہ بدن میں فضلات اور مواد کے اکٹھا

ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ فضلات جب اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان میں نظریاتی طور پر حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے اشتیاق سے فضلات متعفن اور گندے ہو جاتے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم بیرونی فضلات میں اس طرح دیکھتے ہیں۔

بخار کو عارضی حرارت کہنے سے بدن کی اصلی حرارت اس سے الگ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اصل حرارت بدن کے بنانے میں داخل ہے، جو بدن کا ایک حصہ اور اس کا ایک جزو ہے۔ کیونکہ جب تک بدن قائم ہے یہ حرارت بھی بدن کے اندر رہتی ہے۔ یہ حرارت انسانی بدن سے بحالت صحت اور مرنے کے بعد بھی جب تک بدن قائم رہتا ہے، الگ نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ برف کے اندر دبانے کے بعد بھی بدن انسان سیاہ اور متعفن ہو جاتا ہے''۔ مقصد یہ ہوا کہ ''بخار ایک حرارت غریبہ ہے جو بدن میں فضلات اور مواد کے اجتماع اور تعفن سے پیدا ہوتی ہے''۔ علامہ قطب الدین شیرازی بھی شیخ الرئیس کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ حرارت بخار کسی صورت میں تعفن کی وجہ سے ایک جدا قسم کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

ماہیت بخار

بخار کی ماہیت کو صحیح طور پر ذہن نشین کرنے کے لئے اوّل ضروری ہے کہ اصلی حرارت اور عارضی حرارت کی حقیقت ضرور معلوم کر لی جائے اور دونوں کے فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو طب قدیم کے زمانے سے لے کر اس وقت تک نہیں سمجھا گیا۔ اسلامی طب کے زمانے میں اس مسئلہ کو بہت حد تک سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر حقیقت پر پورے طور پر پردہ اُٹھ نہ سکا۔ لیکن فرنگی طب نے باوجود اس کے کہ حرارت کی اصلیت اور اس کے افعال پر بہت بحث کی ہے، بلکہ بال کی کھال اُتاری ہے، اور اس پر بے شمار طویل کتب لکھی ہیں۔ مگر جہاں تک بخار کی حرارت کا تعلق ہے، اس مسئلہ کو الجھا کر رکھ دیا ہے، اس لئے بخار کی حقیقت اور اس کا صحیح علاج ابھی تک پردہ راز میں ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ فرنگی طب جو اپنی ماڈرن سائنس پر ناز کرتی ہے، ایک طرف تو بخار کو حرارت جسم کا حد اعتدال سے زائد ہونا تسلیم کرتی ہے، اور اس کے پیمانے کے مطابق اس کا حد اعتدال (98.4 درجہ فارن ہائیٹ) ہے۔ جس کی وجہ نظام جسم کا بگڑ جانا بتلاتی ہے اور دوسرے جراثیم کے زہروں کو بخاروں کی پیداوار بتلاتی ہے۔ گویا مشینی (مکینیکلی) اور کیمیاوی (کیمیکلی) طور پر دونوں صورتوں میں تسلیم کرتی ہے۔ مگر جہاں تک علاج کا تعلق ہے وہ نہ صرف نام ہے بلکہ بخاروں کی حقیقت سے بالکل لاعلم ہے۔

حرارت کیا ہے؟

حکماء متقدمین نے حرارت آگ کو ایک عنصر یا ارکانِ اربعہ کا جزو مانا ہے۔ اور ارکان کی تعریف یوں کی ہے ''وہ اجسام بسیط اور بدن انسان وغیرہ کے لئے اجزاء اوّلیہ ہیں جن کی دیگر اجسام مختلف الصورت اور طبائع میں تقسیم ہونا ناممکن ہے''۔ اس کی کیفیت حرارت کو چھو کر معلوم کی جاسکتی ہے اور حرارت کے کچھ افعال یہ ہیں کہ وہ رطوبات کو بخار بنا کر اڑا دیتی ہے اور اجزاء ارضیہ کو خشک کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن جو اشیاء اور مادے قابل جلنے کے ہیں، ان کو جلا دیتی ہے۔ جو مادے نہ پورے طور پر بخارات بنتے ہیں اور نہ جلد خشک ہوتے ہیں اور نہ جل اٹھتے ہیں، وہ اس سے متعفن ہوتے ہیں اور سڑنے لگ جاتے ہیں۔ بہر حال حرارت سرگرم عمل رہتی ہے۔

متقدمین میں حکماء نے حرارت کو مادی جسم قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی چیز گرم ہو جاتی ہے تو مادی حرارت اس کے اندر گھس جاتی ہے۔ اٹھارویں صدی تک یہی خیالات حکماء فرنگ میں رائج رہے، لیکن اس کے بعد ان خیالات نے ایک اور صورت

اختیار کر لی، یعنی نئے تجربات کئے گئے، جن میں ثابت کیا گیا کہ جب کوئی چیز گرم کی جاتی ہے یا جلائی جاتی ہے تو اس میں جلانے والی چیز خارج سے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ اس چیز کا نام فلوجسٹین رکھا گیا۔

اس کے ثبوت میں جلی ہوئی شے کی راکھ، بخارات وغیرہ کا مجموعہ وزن پیش کیا گیا۔ جو اصل سے زیادہ پایا گیا، زیادتی کو حرارت کا وزن خیال کیا گیا، اس کے بعد اس خیال کی یوں تشریح کی گئی کہ اشیاء کا وزن جو جلنے کے بعد بڑھ جاتا ہے، وہ آکسیجن کا ہوتا ہے نہ کہ حرارت کا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ اگرچہ کسی چیز کے ساتھ آکسیجن کا وزن ملنے کے بغیر حرارت پیدا نہیں ہو سکتی مگر آکسیجن اور حرارت کو جدا جدا شے سمجھا گیا ہے۔

عنصری حرارت کے علاوہ حرکت اور ٹکراؤ سے بھی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے حکماء متاخرین نے حرارت کو دیگر قوی کی طرح از قسم حرکت تسلیم کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حرارت سے تحریک پیدا ہو کر حرکت پیدا ہوتی ہے بجلی اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اسی طرح جب دو اقسام آپس میں رگڑ کھاتے ہیں تو گرم ہو جاتے ہیں اور ان میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ابتداء میں انسان نے آگ اس طرح پیدا کی تھی۔

حرارت کے ان حقائق کو سمجھنے کے بعد اب جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں اصلی حرارت کیا ہے اور عارضی حرارت کس کو کہتے ہیں۔ جس سے جسم میں بخار پیدا ہوتا ہے۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ جہاں تک حرارت کی گرمی کا تعلق ہے شاید اس میں کوئی فرق نہ کیا جا سکے، البتہ جہاں تک حرارت میں تبدیلیوں کا تعق ہے ان سے بہت سے حقائق سامنے آ جاتے ہیں۔ جس سے انسان حقیقت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

اصلی حرارت اور عارضی حرارت

اصلی حرارت جو عنصری حرارت ہے اس کو حرارت غریزہ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ وہ اس کے اندر عنصری حرارت کا مناسب جزو ہوتا ہے جس کے متعلق حکماء کا خیال ہے کہ وہ ایک گرم تر لطیف جوہر ہے۔ جس کا کام جلانا، سڑانا اور خشک وخراب کرنا نہیں ہے بلکہ تمام طبعی کاموں میں مدد کرتا ہے۔ جب نطفہ میں جان ڈالی جاتی ہے، اسی وقت یہ جوہر قدرت کی طرف سے نطفہ میں عطا ہوتا ہے جو تا زیست قائم رہتا ہے اور جب جان نکلتی ہے تو یہ جوہر الگ ہو جاتا ہے۔ یہی جوہر بدن میں ہر وقت حرارت پھیلاتا رہتا ہے۔ اور قلب وشرائین کے ذریعے تمام بدن میں پھیلاتا ہے۔ مگر متاخرین کا خیال ہے کہ بدنی حرارت کا دارومدار غذا اور تنفس پر ہے۔ غذا کا کچھ حصہ ایندھن کے طور پر جل کر حرارت پیدا کرتا ہے۔ جو خون کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ [مزید معلومات کے لئے ''تحقیقات اعادہ شباب'' کا مطالعہ کریں]

حرارت عارضی کو حرارت غریبہ بھی کہتے ہیں، بدن کی عارضی گرمی سے مراد وہ گرمی ہے جو عارضی طور پر فضلات اور مواد کے تعفن سے پیدا ہوتی ہے یا حرکت و دھوپ اور غذاؤں اور دواؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کی زیادتی سے بدن میں جلن و خشکی اور تعفن اور ضرر پیدا ہوتا ہے۔

حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا فرق

حرارت غریزیہ کو بخارات اور حرارت غریبہ کو دخان سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ حرارت غریزہ کا مزاج گرم تر اور اس کے مقابلے میں حرارت غریبہ کا مزاج گرم خشک ہے۔ اگر اوّل الذکر کی کیمیاوی ترکیب میں کھاری پن (الکلی) زیادہ ہے تو ثانی الذکر کی کیمیاوی ترکیب میں تیزابیت (ایسڈیٹی) زیادہ پائی جاتی ہے۔ اگر یہ باعث سوزش ہے تو اوّل الذکر دافع سوزش ہے۔ اگر جسم انسانی قلب کو

حرارت کا مسکن اور منبع قرار دیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ قلب کے دائیں اذن اور بطن میں حرارت غریبہ قائم ہے جہاں سے تشش کے ذریعے تبرید اور تسکین ہوتی رہتی ہے۔ گویا صفائی یا حرارت غریزیہ میں تبدیلی کے لئے پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے اور تبدیلی کے بعد اپنے مقام بائیں قلب میں پہنچ جاتی ہے انتہائی آسانی سے سمجھانے کے لئے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ حرارت غریزیہ وہ حرارت ہے جو دخان کے ساتھ قائم رہتی ہے اس کے ثبوت میں ابن ابی صادق کی حقیقت پیش کی جاسکتی ہے جو اس نے ''شرح مسائل'' میں بخار (حرارت غریبہ) کے متعلق مختصر الفاظ میں نہایت جامعیت کے ساتھ کر دی ہے۔ ''الحمی حرارۃ ناریہ'' (بخار حرارت ناریہ) گویا حرارت اور نار میں جو فرق ہے وہی غریزیہ اور حرارت غریبہ میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ابخرات میں مائیت کے ساتھ لازمی مادے نہیں ہوتے یا نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ پس یہی حرارت اصلیہ کا نمونہ ہے اور دخان کے ساتھ ارضی مادے پائے جاتے ہیں، جن کو جلاتی ہے، گویا دخان نار کی دلیل ہے۔ ابخرات میں نور اور انبساط ہے، اور یہی صفت حرارت غریزیہ میں پائی جاتی ہے۔ دخان میں ظلمت اور انقباض ہے یہی اثر حرارت غریبہ میں پایا جاتا ہے۔

حرارت غریبہ کے متعلق حکماء کا اکثر اختلاف رہا ہے۔ ایک گروہ اس کو خارجی حرارت سمجھتا ہے دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جب بدن انسان میں غیر طبعی حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو حرارت غریبہ کہتے ہیں۔ جمہور اطباء اس کو حرارت اسطقیہ کی ایک قسم خیال کرتے ہیں۔ جس کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ جب تک حرارت اسطقہ حد اعتدال تک رہتی ہے اور اس کے افعال میں ضرر واقع نہیں ہوتا، اس وقت تک اس کو حرارت غریزیہ کہتے ہیں، لیکن جب عنصری حرارت درجہ اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہے جس سے افعال اعضاء میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس کا نام حرارت غریبہ ہو جاتا ہے۔ حرارت غریبہ کی پیدائش اس وقت بڑھ جاتی ہے۔ جب حرارت غریزیہ کی پیدائش کم ہو یا اس میں تبرید اور تسکین کی صورت کم ہو جاتی ہے۔ اگر متقدمین اور متاخرین حکماء کے خیالات پر غور کیا جائے تو ان کے خیالات میں کچھ زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو بہت سے حقائق سامنے آجاتے ہیں۔

حرارت غریبہ کی پیدائش

حرارت کے ان حقائق اور اثرات سے پتہ چلتا ہے کہ حرارت مستقل ایک رکن ہے مگر وہ تنہا نہیں پایا جاتا، کبھی ہوا کی زیادتی کے ساتھ ملا ہوتا ہے، کبھی پانی کی زیادتی سے ترتیب پالیتا ہے اور کبھی ارضی مادوں کی زیادتی کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اور اس کی ادنیٰ صورت یہی ہے کہ جب وہ ارضی مادوں کے ساتھ پایا جاتا ہے حقیقت بھی یہ ہے کہ جب حرارت ہوا سے ملتی ہے تو اس میں روح کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ پانی کی زیادتی کے ساتھ ملتی ہے تو اس میں حرارت غریزیہ کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ ارضی مادوں سے ملتی ہے تو حرارت غریبہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب حرارت کی زیادتی سے ہوا میں اشتعال یا پانی میں احتراق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بھی حرارت غریبہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح حرارت غریبہ کی پیدائش جاری رہتی ہے۔

حرارت غریبہ کی حقیقت

حرارت غریبہ یا حرارت عارضی جو جسم انسانی میں پائی جاتی ہے اس کے مندرجہ بالا اوصاف حقائق پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ماڈرن سائنس جس عنصر کو کاربن کہتی ہے اس کے خواص سے ملتی جلتی ہے۔ جو کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربانک ایسڈ کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ اوّل صورت میں اس کے اندر ہوائی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اور دوسری صورت میں اس کے ساتھ ارضی مادے زیادہ پائے جاتے ہیں یہ بات ہم لکھ چکے ہیں کہ حرارت تنہا کبھی نہیں اور کہیں نہیں پائی جاتی ہے، وہ ہمیشہ دیگر عناصر کے ساتھ اپنے مظاہر کا اظہار کرتی

ہے۔ گویا کاربن بھی اس کا ایک مظاہر ہے۔

کاربن کے کیمیاوی خواص

کاربن ڈائی آکسائیڈ نہ خود جلتی ہے اور نہ معمولی جلنے والی اشیاء جلا سکتی ہے۔ یہ گیس حیوانات کے لئے مدحیات بھی نہیں ہے۔ جب جلتی ہوئی موم بتی کسی ٹیوب میں داخل کی جاتی ہے تو وہ بجھ جاتی ہے۔ یہ گیس زہریلی تو نہیں ہے، البتہ اس سے دم گھٹ/موت واقع ہو جاتی ہے۔ روئی کا خمیر ہونا بھی اسی گیس سے عمل میں آتا ہے۔

کاربن کا جسم انسان پر اثر

جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہوا کی آکسیجن پھیپھڑوں سے خون میں جذب ہو کر قلب میں پہنچتی ہے، جہاں سے وہ شرائین کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جاتی ہے۔ اس آکسیجن کا کچھ حصہ ہمارے جسم کے کاربن سے مل کر کاربن ڈائی آکسائیڈ بنا دیتا ہے۔ جو خون میں جذب ہو کر بذریعہ اوروہ قلب پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے۔ جہاں سے وہ سانس چھوڑنے پر باہر خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو ہوا ہم منہ سے خارج کرتے ہیں اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔

جس مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ فعل تنفس سے پیدا ہو کر کرۂ ہوائی میں شامل ہوتی ہے اگر اس قدر گیس ہوا میں برقرار رہے تو بہت جلد ہوا میں اس کا تناسب اس قدر زیادہ ہو جائے کہ کسی شخص کا زندہ رہنا ممکن نہ رہے۔

کاربن سے خون میں سیاہی اور ترشی بڑھ جاتی ہے اور اعضاء میں سوزش اور انقباض پیدا کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں آکسیجن کم جذب ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حرارت اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ جسم میں کہیں بھی فضلہ اور موادز کا ہو تو اس میں خمیر پیدا کر کے اس کو متعفن کر دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں عارضی حرارت یا حرارت غریبہ اور بھی بڑھ جاتی ہے جس کو ہم ''بخار'' کہتے ہیں۔

عمل تبخیر

بخار کو سمجھنے کے لئے عمل تبخیر کا جاننا نہایت اہم ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر تعفن اور فساد پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ یہی عارضی حرارت اور بخار کا وار ہے۔ جس کی طرف غور نہیں کیا گیا۔ فرنگی ڈاکٹر دیگر صورتوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ تخمیر (فرمنٹیشن) خمیر اٹھانا ایک کیمیاوی فعل ہے جو اکثر عضوی اشیاء میں عام طور پر جراثیم کے ذریعے ظہور میں آتا ہے۔ کسی چیز میں خمیر اٹھانے کے لئے جو چیز ملائی جاتی ہے اس کو بھی خمیر کہتے ہیں۔ خمیر حقیقت میں جراثیم ہوتے ہیں جن میں خمیر اٹھانے کی قوت ہوتی ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خمیر ملائے بغیر عمل تبخیر ہونے لگتا ہے اس کی یا تو یہ صورت ہوتی ہے کہ جراثیم ہوا میں اسی چیز کے اندر گر پڑتے ہیں یا اس چیز میں پہلے خمیر ہوتا ہے۔ جیسے انگور کے رس میں خمیر ہوتا ہے، اس لئے انگوری شراب بنانے میں مزید خمیر ملانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب کسی شے میں عمل تبخیر شروع ہوتا ہے، تو وہ چیز گرم ہو جاتی ہے۔ اور اس میں گرم ابخرے اٹھنے لگتے ہیں۔ عمل تبخیر کے مختلف اقسام ہیں۔ سب سے زیادہ عام قسم وہ ہے جس میں الکوحل اور کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے بعض خمیرات کے عمل سے تیزابات بنتے ہیں۔ یاد رہے کہ تمام تیزابات ترشے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی جراثیم زندہ نہیں رہ سکتا، مگر وہ خمیر ضرور پیدا کرتے ہیں۔

کاربن اور حرارت غریبہ

کاربن کے خواص واثرات اور مظاہر کو سمجھ لینے کے بعد جب حرارت غریبہ کے اوصاف پر نگاہ کی جاتی ہے، تو ظاہرہ صرف یہ پتہ

چلتا ہے کہ ایک ایسی حرارت ہے جو تعفن سے پیدا ہوتی ہے جس سے بدن انسان کو ضرر پہنچتا ہے، لیکن اگر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعفن کبھی بھی بغیر خمیر کے پیدا نہیں ہوتا اور ہر خمیر اپنے اندر ترشی وانقباض اور دیگر وہ تمام خواص رکھتا ہے جو کاربن اور اس کے مختلف مظاہر میں شامل پائے جاتے ہیں۔ گویا حرارت غریبہ بھی کاربن کی طرح ایک قسم کا خمیر ہے۔

جہاں تک حرارت غریبہ کے افعال اور اثرات کا تعلق ہے۔ اس کے مضر اثرات جسم انسان پر عمومی بخار کی صورت میں اور خصوصی بخاروں کی صورت میں واضح ہیں یعنی عمومی بخار کی صورت میں مثلاً خون میں جوش اور دباؤ کا بڑھ جانا، جسم میں کسی مقام پر سوزش اور تعفن کا پیدا ہو جانا، جسم میں ترشی زیادہ بڑھ جاتی ہے جس کا ثبوت پیشاب میں نمایاں ہوتا ہے۔ جہاں تک دیگر بخاروں کا تعلق ہے، جسم میں تعفن بڑھ جاتا ہے۔ جس کا اخراج پیشاب و پاخانہ اور تنفس و پسینہ سے ہوتا ہے۔ مختلف بخاروں میں مختلف مقامات پر درد، سوزش اور ورم کی صورتیں نظر آتی ہیں، سانس کی تنگی خاص طور پر قابل غور ہے۔ ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ کاربن اور حرارت غریبہ میں بہت کچھ مشابہت ہے۔

حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا تعلق

بعض حکماء متاخرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حرارت غریزیہ یعنی اصل اور عناصری حرارت میں جب شدت پیدا ہوتی ہے تو وہ حرارت غریبہ اور عارضی حرارت بن جاتی ہے۔ فرنگی طب کی تحقیق اور کاربن کے مظاہرے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت حرارت غریزیہ کے متعلق یہ بہت بڑا دھوکا ہے، یہ حرارت غریبہ بلکہ حرارت اصلیہ سے بھی ایک جدا شے ہے جس کا سمجھنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ بہت ضروری ہے۔ لیکن حرارت اصلیہ یا حرارت عنصری مفرد شے ہے اور حرارت غریزیہ ایک خاص حرارت کا مرکب ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حرارت کی حقیقت

حرارت ایک عنصری جسم (قوت) ہے۔ جو دیگر عناصر کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ تمام جسم کی پیدائش قویٰ سے ہے اور قویٰ کے تمام اقسام ارواح سے پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں تک حرارت کا تعلق ہے یہ ہر ذی حیات اور غیر ذی حیات میں بصورت ارکان اس کے تناسب کے مطابق پائی جاتی ہے۔ جہاں تک اس کی عنصری حالت کا تعلق ہے، اس میں نہ تبدیلی اور نہ تقسیم ہوسکتی البتہ وہ کم وبیش ضرور ہوسکتی ہے۔ یہ کمی بیشی بھی اصلی عنصری حرارت سے ہوتی ہے۔ اصلی حرارت سے مراد صرف یہ ہے کہ عنصری حرارت کی صرف ایک قسم ہے جو جلاتی ہے، اس لئے اس حرارت کو حرارتِ اسطقیہ بھی کہتے ہیں۔

حرارت عنصری یا اصلی حرارت ہر ذی حیات اور غیر ذی حیات اور فضا میں دیگر عناصر کے ساتھ مل کر ایک مزاج رکھتی ہے۔ جب ان کے امزجہ میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو عناصر کی کمی بیشی کا ارکان کے خواص سے پتہ چلتا ہے، حرارت کی زیادتی سے تحلیل پیدا ہو جاتی ہے، اس شے میں تحلیل واقع ہوتی ہے، یا جل اٹھتی ہے۔

جب یہ حرارت نطفہ کی صورت میں منتقل ہوتی ہے تو اس کو حرارت غریزی کہتے ہیں۔ جس کے اثر سے انسان اپنی طبعی عمر کو پہنچتا ہے۔ اکثر حکماء کا اتفاق ہے کہ اس کا بدل ما تحلل نہیں ہوتا۔ اور اس میں اس قدر (ایٹمی) قوت ہوتی ہے کہ سالہا سال تک اسی سے زندگی قائم رہ سکے۔ لیکن بعض حکماء کا خیال ہے کہ غذا چونکہ عناصر سے ترکیب پاتی ہے، اس لئے غذا کی عنصری قوت خون کے توسط سے حرارت،

غریزیہ کا بدل ما یتحلل پیدا ہوتا رہتا ہے، دونوں صورتوں میں ظاہر میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حرارت غریزی بدل ما یتحلل پر قائم ہے تو پھر بھی اس وقت تک اصلی عنصری حرارت میں جذب نہیں ہو سکتی، جب تک حرارت غریزیہ قائم نہ ہو اور جب وہ ختم ہو جاتی ہے یا اس کا شعلہ بجھ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ حرارت غریزی بھی اصلی عنصری حرارت کی طرح ایک مزاج رکھتی ہے اور وہ اس پر قائم رہتی ہے۔ اس میں کمی بیشی تو ہو سکتی ہے لیکن وہ بدل نہیں سکتی۔ اس لئے حرارت عزیزیہ کا حرارت غریبہ میں بدل جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حرارت غریبہ ایک جدا شے ہے اور وہ جدا طریقہ سے پیدا ہوتی ہے، دونوں کے اوصاف وخواص اور اثرات وافعال میں بہت زیادہ فرق ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں حرارت عنصریہ، اصلیہ، حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ان کے ہاں آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن وغیرہ کو عناصر کی صورت حاصل ہے، جو مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ طب قدیم کے قانون کے مطابق ان کی مفرد صورتیں بھی مرکب ہیں، کیونکہ ان کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ ان کے تمام عناصروں کو اب ماڈرن سائنس نے ایٹم کی تقسیم کے بعد الیکٹرون، نائٹرون اور پروٹون سے مرکب تسلیم کر لیا ہے۔ جس سے کم از کم یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جلانے کا کام صرف آکسیجن کا نہیں ہے۔ ماڈرن سائنس میں یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ آکسیجن خود نہیں جلتی بلکہ دیگر عناصر کو جلاتی ہے۔ ہائیڈروجن خود جلتی ہے مگر کسی کو جلا نہیں سکتی۔ کاربن نہ خود جلتی ہے اور نہ جلاتی ہے۔ بلکہ خود دیگر عناصر سے مل کر جلتی ہے اور نائٹروجن نہ جلتی ہے اور نہ جلاتی ہے بلکہ آگ بجھا دیتی ہے۔

اگر ہم آکسیجن کو عنصری واصلی حرارت کا طیف، کاربن کو دخان کا طیف، ہائیڈروجن کو پانی کا طیف اور نائٹروجن کو ارضی طیف سمجھ لیں اور ان کے مرکبات پر غور کریں تو اسی قسم کے نتائج سامنے آسکتے ہیں کہ جب آکسیجن وہائیڈروجن اور دیگر ہوائی عناصر (جن کو سات شمار کیا گیا ہے) میں غالب ہو تو اس میں حرارت غریزیہ کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ جب کاربن اور آکسیجن کا غلبہ ہو تو جسم میں حرارت غریبہ کے اثرات وافعال اور خواص پائے جائیں گے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ فرنگی طب نہ صرف حرارت عزیزیہ اور حرارت غریبہ سے بے خبر ہے بلکہ گیسوں کے امتزاج اور مرکباتی خواص بلکہ مزاج کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے۔ جو ہزاروں سال پہلے طب یونانی میں بیان کر دیئے گئے۔ جن کی معرفت سے نہ صرف امراض کا صحیح تصور ذہن میں پیدا ہوتا ہے، بلکہ علاج علمی وسائنس صورت کے ساتھ یقینی اور بے خطا ہو جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ سینکڑوں سالوں کی تحقیقات کے بعد بھی اب تک فرنگی طب اندھیرے میں بھٹک رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف طب یونانی اور خصوصاً طب اسلامی کو سمجھے بغیر تعصب سے نظر انداز کر دیا ہے اور خود غلط راستہ پر پڑ گئی ہے۔ اس کی غلط فہمی اور غلط راہ روی نے ہزاروں ممالک اور لاکھوں انسانوں کو گمراہ کیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ نہ صرف فرنگی طب کی غلطیاں دور کریں، بلکہ جو لوگ اور ممالک ان سے گمراہ ہو گئے ہیں ان کو راہ راست پر لائیں۔

بخار کی ماہیت

ان تمام حقائق کے بعد جو ہم اپنی تحقیقات کے سلسلہ میں لکھ چکے ہیں ان کو سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بخار ایک ایسی حرارت ہے جو اپنے اندر ناریت اور دخان (کاربن) رکھتی ہے۔ جس کو ہم حرارت غریبہ کا نام دیتے ہیں۔ جس کی پیدائش تعفن وفساد اور تبخیر سے عمل میں آتی ہے۔ جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ اور کیمیاوی طور پر اس میں ترشی پائی جاتی ہے۔

فرنگی طب میں بخار کا تصور

فرنگی طب میں بخار کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ کسی مرض کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسی علامت ہے جو بہت سی بیماریوں میں پائی جاتی ہے۔ اور بعض امراض میں ایسی شدت سے تکلیف اور خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مریض اور طبیب دونوں اصل مرض کو بھول کر اس کو مرض سمجھ لیتے ہیں۔

ایک اعتراض

فرنگی طب میں اگر متعدی امراض خصوصاً بخاروں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پیدائش امراض میں فرنگی ڈاکٹر جراثیم کو اسباب خصوصاً اسباب فاعلہ اور واصلہ سمجھتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں بخار کو علامات کیسے کہا جا سکتا ہے۔ بخار علامت اس صورت میں بن سکتا ہے۔ جب وہ بخار کو علامت کے طور پر دیگر امراض کے تحت بیان کریں۔ جب وہ صاف واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ جراثیم جسم میں داخل ہو کر اس میں اپنے زہریلے اثرات سے مختلف قسم کے بخار پیدا کر دیتے ہیں، پھر بخار علامت نہ رہا بلکہ خود مرض ہو گیا جس کے اسباب جراثیم ہیں اور مختلف قسم کے جراثیمی زہر اس کی علامات قرار پاتی ہیں۔

اگر فرنگی طب بخار کو ایک علامت تسلیم کرتی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بخار کے اسباب فاعلہ اور واصلہ جراثیم نہیں ہیں بلکہ دیگر امراض ہیں۔ ایسا تسلیم کرنے سے جراثیم کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اب چاہے وہ جراثیم کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے ان کو اسباب فاعلہ اور واصلہ تسلیم کرے۔ نہیں تو اس کو ماننا پڑے گا کہ وہ بخار کو اصل مرض تسلیم کرتی ہے۔ جو قطعاً غلط ہے۔ کچھ بھی تسلیم کریں، بہر حال دونوں صورتوں میں ان کی شکست ہے۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ یہ اعتراض اس لئے کیا گیا ہے کہ آئندہ صفحات میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ نہ جراثیم اسباب واصلہ اور فاعلہ ہیں اور نہ بخار مرض ہے۔ جیسا کہ فرنگی عملی طور پر تسلیم کرتا ہے۔

فرنگی طب میں بخار کی تعریف

بدن انسان کی اس حالت کو بخار (Fever) کہتے ہیں جس میں بدن کی حرارت درجہ اعتدال سے بڑھ کر کچھ عرصہ کے لئے غیر طبعی حالت میں قائم ہو جاتی ہے، جس سے نظام جسمانی میں شدید خلل واقع ہوتا ہے۔ عام طور پر حرارت جسمانی کے بڑھ جانے کو خواہ وہ کسی سبب سے زیادتی اختیار کرے۔

اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ فرنگی طب حرارت کو صرف ایک ہی قسم تسلیم کرتی ہے، وہ حرارت کی غیر طبعی حالت کو تو تسلیم کرتی ہے، مگر اس کو طبعی حرارت سے جدا نہیں سمجھتی، بلکہ اس میں اضافہ خیال کرتی ہے۔ گویا ان کے نقطۂ نگاہ میں نہ کوئی عارضی حرارت یا حرارت غریبہ ہے اور نہ عنصری حرارت یا حرارت غریزیہ ہے۔ بلکہ حرارت محض ایک حالت ہے جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اور اس کی اعتدال سے زیادتی کا نام بخار رکھا گیا ہے۔

حیرت تو اس امر پر ہے کہ فرنگی طب اپنی روشنی ماڈرن سائنس سے حاصل کرتی ہے، اور ماڈرن سائنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ آکسیجن، ہائیڈروجن اور کاربانک ایسڈ گیس میں بہت فرق ہے۔ سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر جلاتی ہے اور مؤخر الذکر دونوں جلتی ہیں۔ دوسرے یہ بھی تسلیم کرتی ہے، جب انسان سانس لیتا ہے تو اس کے جسم میں ہوا کے ساتھ آکسیجن اندر داخل ہوتی ہے۔ کاربانک ایسڈ گیس اندر سے خارج ہوتی ہے۔ تیسرے یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ بخار کی حالت میں جسم میں آکسیجن کی بجائے کاربانک ایسڈ گیس بڑھ

جاتی ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھ کر وہ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتی کہ بخار کی حالت جو حرارت درجہ اعتدال سے بڑھ کر غیر طبعی صورت اختیار کر لیتی ہے کیا وہ آکسیجن ہوتی ہے؟ یا کاربانک ایسڈ کی زیادتی ہوتی ہے؟ جو جسم کے لئے طبعی اور اصلی حرارت نہیں ہے۔ جو جسم میں ہائیڈروجن کو جلا کر ایک خاص قسم کی حرارت پیدا کرتی ہے اور اس کے مقابلے میں کاربانک ایسڈ گیس کو جلا کر ایک دوسری قسم کی حرارت پیدا نہیں کرتی جو دراصل عارضی حرارت اور حرارت غریبہ اور بخار کا کام کرتی ہے۔ کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر تسلیم کر سکتا ہے کہ بخار کی حالت میں جو حرارت درجہ اعتدال سے بڑھ جاتی ہے۔ وہ آکسیجن کی زیادتی ہوتی ہے اور کاربانک ایسڈ گیس کی زیادتی نہیں ہے۔ اگر ہمارا استدلال صحیح ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ حرارت جو درجہ اعتدال سے بڑھ گئی ہے وہ عام حرارت نہیں ہے، جو تندرستی کی حالت میں جسم کے اندر ہوتی ہے، بلکہ ایک غیر طبعی حرارت ہے جو درجہ اعتدال سے بڑھ گئی ہے، جس کو ہم عارضی حرارت اور حرارت غریبہ کہتے ہیں۔ اگر کوئی اپنی کم علمی سے اس کو آکسیجن مان لے تو پھر اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ آکسیجن کی زیادتی میں بخار کبھی جسم میں رہ نہیں سکتا اور درجہ حرارت فوراً گر جاتا ہے۔

اس پر بھی بس نہیں ہے۔ اگر خمیر اور تعفن کو سامنے رکھیں اور ان سے جو گیسیں پیدا ہوتی ہیں اس پر بھی غور وفکر کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس حرارت سے بالکل مختلف ہے۔ جس میں انسان بہت آسانی سے سانس لے کر اپنی صحت قائم رکھ سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار غلطیاں ہیں جو فرنگی طب اور ماڈرن سائنس نے علم وفن علاج میں کی ہیں۔

حرارت بخار کی حقیقت کیا ہے، ہم نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس اس سے واقف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جراثیمی غلط فہمی کا شکار اور گمراہی میں مبتلا اور اس کے علاج میں بالکل ناکام ہے۔ اب ہم اپنی بحث کے دوسرے امر کو لیتے ہیں کہ ملیریا کا بدن انسان کے ساتھ کیا تعلق ہے، اور اس کا بگاڑ جسم میں کیا کیا تغیرات پیدا کرتا ہے۔

دوم - ملیریا کا تعلق جسم انسان کے ساتھ

تندرست انسان کے خون کا قطرے اور ملیریا میں مبتلا انسان کے خون کے قطرے کو خوردبین کے نیچے مشاہدہ کرنے اور پھر ملیریا کے مریض کو کونین کھلا کر شفا ہو جانے کے بعد اس کے خون کے قطرہ کو دیکھنے کے بعد ان مشاہدات اور تجربات سے جو نتائج فرنگی طب نے اخذ کئے ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں، وہ دوبارہ لکھ کر ان پر تنقید کرتے ہیں، جس سے پتہ چل جائے گا کہ ملیریا کا تعلق جسم انسان کے ساتھ کیا ہے:

اوّل: ملیریا کے مریض کے جسم کے اندر چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو تندرست آدمی کے خون کے اندر نہیں ہوتیں۔

دوم: یہ چیزیں مچھر ملیریا کے مریض کا خون پیتے وقت نکال لیتا ہے اور جب تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو اس میں داخل کر دیتا ہے۔

سوم: یہ چیزیں کونین کے استعمال سے دور ہو جاتی ہیں۔

(الف) ان مشاہدات اور تجربات سے فرنگی طب نے یہ ثابت کیا ہے کہ ملیریا کا مرض مچھروں کے ذریعے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے۔ (ب) ملیریا کا حملہ اوّل سے آخر تک نقاط الدم پر ہی ہوتا ہے۔ (ج) دل ودماغ اور جگر کسی سے اس کا واسطہ نہیں ہوتا۔ ملیریا کی کل حقیقت اور کیفیت کا یہ خلاصہ ہے۔ [علم وعمل طب از کرنل بھولاناتھ]

جاننا چاہئے کہ جب مچھر انسان کو کاٹتا ہے تو اس کا اثر درون جلد یا تحت الجلد یا زیادہ سے زیادہ درون عضلہ ہوگا، اس سے جو ملیریا کا زہر جسم انسان کی خلاؤں میں داخل ہوگا وہ وہاں سے غدد جاذبہ کے ذریعے جو طحال کے تحت کام کرتے ہیں خون میں شامل ہوگا۔ یہ بھی

ممکن نہیں ہے کہ ملیریا کا زہر سیدھا خون میں شامل ہو کر نقاط الدم پر اثر انداز ہو، کیونکہ نقاط الدم خون کے ساتھ شریانوں اور وریدوں میں گردش کرتے ہیں، اور اگر زہر ملیریا کو سیدھا وریدوں میں پہنچا کر خون میں شامل بھی کر دیا جائے تو وہ بھی جب قلب میں پہنچے گا تو پھر پھیپھڑوں میں آکسیجن سے صاف ہو کر دوران خون میں شامل ہوگا۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ملیریا کا زہر جسم میں داخل ہونے کے ساتھ ہی فوراً نقاط الدم کو متاثر کر دیتا ہے۔ اگرچہ ایسا فرنگی طب بھی تسلیم نہیں کرتی کیونکہ زہر ملیریا جسم میں داخل ہونے کے بعد اس کے اثر کرنے تک کچھ زمانے کی ضرورت ہے، اور ساتھ ہی جسم کی قوت مناعت (امیونٹی) اور قوت مدبرہ بدن (وائٹل فورس) کا کمزور ہونا بھی ضروری شرط ہے، پھر بھی یہ ماننا پڑے گا کہ زہر ملیریا کا اثر فوراً کسی نہ کسی عضو پر ہوگا، کیونکہ خون ہر دو منٹ پر تمام جسم سے گزر جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر جس عضو پر اثر ہوگا وہاں پر انبساط یا انقباض ضرور پیدا ہو جائے گا۔ تو پھر فرنگی طب کا یہ تسلیم کرنا کہ زہر ملیریا کا اثر سیدھا نقاط الدم پر ہوتا ہے، اور دیگر کسی عضو پر نہیں ہوتا۔ بالکل غلط ہے۔

اگر ان حقائق کے تحت ان اعضاء کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ زہر ملیریا کا اثر پہلے اعصاب پر ہوتا ہے، جس سے جسم کو پہلے احساس ہوتا ہے کہ کوئی زہر جسم میں داخل ہوا ہے۔ دوسرے جب جسم کو زہر کا احساس ہوتا ہے تو فوراً طبیعت مدبرہ بدن اس کے مقابلے کے لئے وہاں رطوبت کا ترشہ (سکریشن) کر کے اس زہر کو دور کرنے کی کوشش کرے گی۔ تیسرے غدود جاذبہ جہاں پر زہر شامل ہوا ہے وہ فوراً اس کو جذب کرنا شروع کر دیں گے تاکہ اس کا قلع قمع کر دیں۔ جو کیمیاوی طور پر اس کے ختم کرنے پر مقرر ہیں۔ اگر وہاں بھی یہ زہر ختم نہ ہو تو پھر غدود جاذبہ کا زہریلا مواد بذریعہ اوردہ قلب کے ذریعے پھیپھڑوں میں آکسیجن کے ذریعے ختم کیا جاتا ہے۔ پھر بھی اگر خون میں کچھ ملیریا کا زہر باقی ہے تو یہ جس عضو پر جا کر اثر کرے گا اس کی مناعت اس کا مقابلہ کرے گی اگر وہاں پر بھی مقابلہ میں زہر کامیاب رہا تو پھر نقاط الدم احمر متاثر ہوں گے۔ لیکن متاثر ہونے کے یہ معنی نہیں کہ فوراً ملیریا بخار ہو جاتا ہے۔ نہیں! ہرگز نہیں!! بلکہ سرخ ذرات خون کے اندر وہ زہر پھلتا پھولتا اور بڑھتا ہے۔ پھر وہ پھٹتا ہے۔ اس کا زہر رطوبات خون میں شامل ہوتا ہے، اور اس کو متعفن کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جراثیم ملیریا بڑھ کر زیادہ سرخ ذرات خون کو متاثر کرتے ہیں، پھر اس کا زہر رفتہ رفتہ رطوبت خون میں بڑھ کر افعال اعضاء کو متاثر کرتا ہے تازہ خون کی پیدائش کم اور خراب ہو جاتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر بخار پیدا ہو جاتا ہے جو اس امر کا اظہار ہے کہ خون کی حرارت اس قدر کم ہو گئی ہے کہ وہ اس کے زہر کو دفع نہیں کر سکتی۔ بخار کے چڑھتے ہی افعال الاعضاء خصوصاً افعال قلب تیز ہو جاتا ہے اور جسم میں حرارت بڑھ جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اول جسم کا زہر ختم ہونا شروع ہوتا ہے، دوسرے جراثیم فنا ہونے شروع ہو جاتے ہیں، تیسرے طبیعت مدبرہ بدن حرارت کی تیزی کی وجہ سے مواد کو پسینہ و پیشاب اور کبھی پاخانے کے ذریعے خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر مریض غذا کھانا روک دے تو طبیعت مدبرہ بدن غالب رہتی ہے اور ملیریا زہر یا کسی اور قسم کے زہر پر قابو پا لیتی ہے اور بخار دور ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک دو باریوں میں بخار دور ہو جاتا ہے۔ اگر بخار دور ہو جانے سے پہلے غذا کھائی تو پھر وہ حرارت جو بخار سے پیدا ہوئی ہے ضائع ہو جائے گی اور بخار کے زہر اور مواد کا مقابلہ کمزور ہو جائے گا اور بخار اس وقت تک قائم رہے گا جب تک جسم کی حرارت کمزور رہے گی۔ پھر طبیعت مدبرہ بدن بخار چڑھانے کی کوشش کرے گی اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک بخار دور نہ ہو یا مریض مر جائے۔

ادویات جو بخار کو دور کرنے میں مدد دیتی ہیں، ان کے لئے لازم ہے کہ جسم میں حرارت کو بڑھائیں۔ اور جن اعضاء پر اس زہر کا اثر ہوتا ہے اس کی مناعت بڑھ جائے۔ جس سے زہر ختم ہو جاتا ہے، جراثیم مر جاتے ہیں اور مواد جسم سے باہر نکل جاتا ہے۔

فرنگی طب اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ملیریا کا اثر جگر اور طحال پر ہوتا ہے اور پہلے جسم میں زردی (صفراء) بڑھ جاتی ہے اور پھر

سیاہی (سودا) بڑھنا شروع ہوتا ہے اور ساتھ ہی دل و دماغ میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ملیریا زہر کا اثر صرف سرخ ذرّات خون تک محدود رہتا ہے اور اس سے جسم کا کوئی عضو خصوصاً دل و جگر اور دماغ متاثر نہیں ہوتے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ فرنگی طب نے ملیریا بخار میں جسم انسان کا پورا مطالعہ نہیں کیا، وہ صرف جراثیم ملیریا کے چکر میں پھنس کر گمراہ ہوگئی ہے، اس لئے وہ اعضاء جسم کو درست کرنے کی بجائے جراثیم کو فنا کرنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

اگر جراثیم کو فنا کرنا ہی ملیریا کا علاج تسلیم بھی کر لیا جائے تو اعضاء جسم جو اس ملیریا بخار میں کمزور ہو جاتے ہیں ان کو اگر درست نہ کیا جائے تو پھر بھی ملیریا کا علاج ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملیریا بخار سے پیدا شدہ علامات اور دیگر مرض کا علاج کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات کے علاوہ دوسری ادویات سے کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو نہ کونین سے نہ ہی دیگر جراثیم کش ادویات سے نہ تو وہ علامات دور ہوتی ہے اور نہ وہ امراض رفع ہوتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ نہ تو جراثیم سے یہ بخار پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اس کا علاج ہیں۔ مثال کے طور پر ملیریا کی علامات میں جسم کا ٹوٹنا، سردی لگنا، جی متلانا، قے ہونا اور بخار کا ہونا اور درجہ حرارت کا شدت اختیار کر لینا۔ ساتھ ہی قبض واسہال کا ہونا، درد شکم اور جگر کا بڑھ جانا وغیرہ اسی طرح ملیریائی امراض، مثلاً عرق النساء، استرخا، فالج، ضعف قلب، پیچش، ذات الجنب، ورم اور سوزش وغیرہ۔

امراض میں کبھی بھی کونین اور جراثیم کش ادویات سے آرام نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ ملیریا کی علامت اور اس سے پیدا ہونے والے امراض کا علاج کونین یا دیگر جراثیم کش ادویات سے علاج کر سکتا ہے۔ اگر ایسا وہ نہیں کر سکتے تو پھر ملیریا اور اس کے زہر کا علاج کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات کے چکر میں پھنس کر گمراہی اور غلط راہ روی کیوں اختیار کر لی ہے۔ کیا فرنگی ڈاکٹروں کے ہاں اس کے جواب ہیں؟؟؟

ملیریا کے زہر کا اثر صرف جگر اور طحال پر ہے

جاننا چاہئے کہ ملیریا، زہر اور شے ہے اور ملیریا بخار اور شے ہے۔ ملیریا بخار تو نہیں ہے، البتہ ملیریا زہر کا اثر جگر اور طحال پر ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ کسی عضو پر نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر اس زہر سے بخار ہو بھی تو وہ جگر و طحال یعنی غدی خرابی کا بخار ہوگا۔ جن کو یونانی طب میں محرقہ کبدی حمی غب یا شطر الغب یا حمی جو مسلسل ہوتا ہے اور تجاری جو باری کے ساتھ آتا ہے اور بس کوئی بخار ملیریا زہر سے نہیں ہو سکتا۔ فرنگی طب ملیریا کے زہر یلے اثر کو دماغ اور دل تک تسلیم کرتی ہے۔ اس لئے وہ خالص بلغمی اور دموی بخاروں کو بھی ملیریا میں تسلیم کرتی ہے جس کی تفصیل ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ فرنگی طب اس امر سے بھی واقف نہیں ہے کہ ملیریا زہر کا اثر کیا ہے اور کس طرح پھیلتا ہے اور کن کن اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء اور انجسہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جو کچھ ہم نے ان کا غلط قرار دیا ہے اس کو صحیح ثابت کرنے یا جو ہم نے اپنی تحقیقات میں پیش کی ہیں ان کو وہ غلط ثابت کرے تو ہم مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ ورنہ فرنگی طب کو تسلیم کرنا پڑے گا اس کا طریق علاج غلط ہے اور وہ فن علاج میں گمراہی پیدا کر رہی ہے۔

سوم- کیا جراثیم ملیریا پیدائش بخار کا باعث ہیں

ماڈرن سائنس کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ حرارت جسمانی کی پیدائش کے دو اسباب ہیں:

اوّل: اس دماغ مرکز کا خلل فعلی یا عملی جو میزان حرارت کو باقاعدہ رکھتا ہے، جس کا ذکر ہم تفصیل سے اپنی کتاب تحقیقات حمیات میں کر

چکے ہیں۔

دوم: دورانِ خون میں جراثیم یا ان کی سمیات کی موجودگی اور یہ ٹاکسنز (جراثیمی سمیات) بھی دو طریق سے حرارت کو بڑھاتی ہے۔
(۱) میٹا بو بولزم میں خلل واقع ہوتا ہے۔ میٹا بولزم افعال اعضاء اندرونی کو کہتے ہیں۔ مثلاً انہضام غذا، عروق ماساریق کا غذا سے سیال جذب کرنا۔ جگر وطحال اور لبلبہ کے افعال، گردوں کا پیشاب علیحدہ کرنا اور غذا سے جسم میں احتراق وغیرہ۔ اس اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ سمیات جراثیمی ان اعضاء کے افعال اندرونی میں خلل انداز ہو کر حرارت بڑھا دیتے ہیں۔
(۲) جراثیمی سمیات کے خلل انداز ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ مرکز دماغی جو حرارت کو میزان کرتا ہے اس میں خلل انداز ہوتی ہے، ان دونوں صورتوں میں جو بخار پیدا ہوتا ہے اس کو فرنگی طب کی اصطلاح میں ''پائی ریکسیا'' کہتے ہیں۔ مگر جب بخار بغیر جراثیم کے جسم میں داخل ہو تو اس کو ''ہائی پرتھرمیا'' کہتے ہیں۔ [پیدائش حرارت، اخراج حرارت، اعتدال حرارت، ضبط حرارت وغیرہ کی تفصیل ہماری کتاب تحقیقات حمیات میں دیکھیں]

اعتراض نمبر ا

فرنگی طب بخار کی حرارت کو چونکہ جسم کی اصلی حرارت تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی کہ وہ ایک غیر طبعی حرارت ہے۔ اور اس میں کاربانک ایسڈ گیس اور یوریا کی زیادتی ہے، اور اس حرارت کی زیادتی میں وہ تسلیم کرتی ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) دماغی مرکزی خرابی (۲) جراثیمی سمیات کی زیادتی (۳) کیفیاتی ونفسیاتی اور دیگر مادی وفعلی اثرات وغیرہ۔
اب اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر پہلی صورت ہی اصل سبب ہے جس سے حرارت کی کمی بیشی پیدا ہوتی ہے اور دیگر دونوں صورتیں بھی پہلی حرارت کا باعث بنتی ہیں، تو ثابت ہوتا ہے کہ دوسری اور تیسری صورت یعنی جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات بے معنی صورتیں بن جاتی ہیں، جیسا کہ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے کہ بخاروں کی پیدائش کی صورت دماغی مرکز کا خراب ہونا اور بگڑنا ہے، یعنی اصل سبب جس کو سبب واصلہ اور فاعلہ کہتے ہیں نہ رہا۔ اس طرح بخار کے پیدا کرنے میں جراثیمی سمیات اور کیفیات ونفسیات اور مادے اور فعل کے اسباب بننے کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ گویا فرنگی طب ایک بہت بڑی غلط فہمی میں گرفتار ہے۔ ایک طرف دماغی مرکز کی خرابی کو حرارت کی زیادتی اور بخار کا ہونا تسلیم کرتی ہے۔ اور دوسری طرف جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات کو اصل سبب واصلہ اور عاملہ ماننے پر مجبور ہے۔ لیکن حقیقت سے بے خبر ہے۔
امراض کی پیدائش میں اسباب تو بے شمار ہوتے ہیں لیکن کسی سبب کے فوراً بعد مرض یا بخار پیدا ہوتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں اسی سبب واصلہ اور فاعلہ کی اصلاح اور درستی کی جاتی ہے۔ اور اسی بات کو ہر حالت میں پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً سبب واصلہ اور فاعلہ تو ہو دماغی مرکز کی خرابی اور ہم جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اسباب کو درست کرتے پھریں۔ اس طرح ہم بھلا کیسے کسی مرض اور بخار کا علاج کر سکتے ہیں۔ جب فرنگی طب میں بخار کے متعلق ابتدائی معلومات غلط ہیں یعنی وہ پیدائش بخار ہی سے بے علم ہے تو پھر وہ اس کا صحیح طور پر علاج کیسے کر سکتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ تین چار سو سال سائنسی دور کے وہ آج تک کسی ایک قسم کے بخار کا صحیح علاج معلوم نہیں کر سکتی۔ ان کی بخاروں میں جو ادویات آج کل مستعمل ہیں وہ سب عطایانہ ہیں۔ جو ہر پانچ دس سال بعد بدل جاتی ہیں۔ اگر علاج کے متعلق ان کے نظریات درست

ہوتے جیسا کہ طب اور آیورویدک میں پائے جاتے ہیں۔ تو ہزاروں سال تک بھی ان کے علاج اور ادویات میں بھی تبدیلیاں پیدا نہ ہوتیں۔ یہ ایسا غلط طریقہ علاج ہے جس کی اصلاح بھی مشکل ہے۔ اور اس کا ختم کرنا ہی ہر حال میں بہتر ہے۔

اعتراض نمبر۲

فرنگی طب ایک طرف بخاروں کی پیدائش اور حرارت کی زیادتی کو دماغی مرکز کی خرابی تسلیم کرتی ہے اور دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب تک کسی عضو کی مناعت (امیونٹی) کمزور نہ ہو جائے، اس وقت تک جراثیمی سمیات جسم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی و فعلی اثرات نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر اس کو صحیح تسلیم بھی کر لیں، تو یہاں پھر ایک اور اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی و فعلی اسباب بالکل بے معنی ہیں۔ کیونکہ جب تک اعضاء کی مناعتیں درست ہیں تو پھر اور کوئی اثر نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ جس چیز کی احتیاط لازمی ہوسکتی ہے تو وہ اعضاء کی مناعتیں ہوسکتی ہیں نہ کہ جراثیمی سمیات اور دیگر اسباب کو مدنظر رکھا جائے۔

اعتراض نمبر۳

مناعت (امیونٹی) کا تعلق اعضاء سے مخصوص ہے یعنی جب تک کسی عضو کی امیونٹی (مناعت) درست اور مضبوط ہے، اس وقت تک اس کے افعال درست ہیں۔ اس وقت تک اس پر کسی جراثیم کا اثر اور حملہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی کوئی مرض پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن جب بھی کسی عضو کی مناعت کمزور ہو جاتی ہے اور وہ اپنی درستی میں نہیں ہوتی تو اس کے افعال صحیح نہیں رہ سکتے۔ اس پر کسی نہ کسی جراثیم کا حملہ ہوگا یا کوئی مرض پیدا ہو جائے گا۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ مناعت (امیونٹی) کا تعلق اعضاء کی درستی اور افعال کے ساتھ ہے۔ گو اعضاء کی مناعت (امیونٹی) کی مناعت اور ان اعضاء کے افعال لازم وملزوم ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اعضاء کی مناعت اور افعال لازم وملزوم ہیں تو نتیجہ نکلا کہ دیگر اعضاء کی خرابی سے بھی بخار اور دیگر امراض پیدا ہوسکتے ہیں، صرف دماغی مرکز کی خرابی ضروری نہیں ہے۔ اور اگر اس کا جواب یہ دے دیا جائے کہ جب دیگر اعضاء کی مناعت اور افعال خراب ہوتے ہیں تو پہلے ان کا اثر دماغی مرکز پر پڑتا ہے۔ پھر امراض و بخار اور حرارت میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جا سکتا ہے کہ ایسے بخار جن میں دماغی مرکز میں خرابی پیدا نہیں ہوتی اور بخار پیدا ہو جاتا ہے اور حرارت غیر طبعی بڑھ جاتی ہے جیسے کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی و فعلی بخار وغیرہ جیسا کہ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے جن کا ثبوت ان کی ہر کتاب میں درج ہے۔

اعتراض نمبر۴

فرنگی طب بخاروں کو عام جسمی حرارت (جس کو حرارت اصلی یا حرارت غریزیہ کہتے ہیں) میں صرف زیادتی سمجھتی ہے۔ اور بخار کی حرارت کو جدا کچھ تسلیم نہیں کرتی۔ لیکن سرد بخاروں کی حرارت کے متعلق ان کا کیا خیال ہے۔ جیسے نمونیہ (ذات الریہ) اور دیگر بلغمی بخار وغیرہ۔ اگر یہ بھی حرارت کی زیادتی ہیں، ان کو بھی اتارنے کے لئے حرارت کم کرنے والی ادویات دینی چاہئیں۔ لیکن وہ نمونیا اور ایسے دیگر بخاروں میں گرم ادویات استعمال کراتے ہیں۔ بلکہ شراب برانڈی تک دے دیتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ بخار اصلی حرارت میں زیادتی نہیں ہے۔

اعتراضات کے نتائج

مندرجہ بالا حقائق اور بحث سے یہ نتائج نکلتے ہیں کہ بخار کی پیدائش کے اصلی اسباب دماغ اور دیگر اعضاء کے افعال کی خرابی ہے جن کی وجہ سے وہاں پر مواد رکتے ہیں یا دورانِ خون کی کمی بیشی ہوتی ہے یا رطوبات کے اخراج و پیدائش میں افراط و تفریط ہوتی ہے۔ گویا یہ ثابت ہوا کہ جب تک افعال الاعضاء میں خرابی پیدا نہ ہو تو نہ بخار ہوسکتا ہے اور نہ ہی حرارت میں کمی بیشی ہوسکتی ہے اور نہ ہی کوئی دیگر مرض ظہور میں آ سکتا ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ جراثیم اور ان کے سمیات باعث بخار اور پیدائش حرارت اور دیگر امراض ہیں، کسی طرح بھی درست نہیں ہے بلکہ غلط اور زبردست دھوکا ہے۔ اسی طرح کیفیاتی و نفسیاتی اور مادی و فعلی اثرات بھی باعث بخار و پیدائش حرارت اور دیگر امراض نہیں ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ سب کے سب اسباب بخار و پیدائش حرارت اور دیگر امراض ہیں لیکن اسباب واصلہ اور فاعلہ نہیں ہیں۔ اسباب واصلہ اور فاعلہ صرف افعال الاعضاء انسانی ہیں جب تک وہ درست ہیں جسم صحت مند ہے۔ اور جب وہ بگڑ جاتے ہیں، بخار ہو جاتا ہے اور حرارت کم و بیش ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دیگر امراض بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کیا اس کا جواب کسی فرنگی ڈاکٹر کے پاس ہے۔

علاج کی صورت بھی یہی ہے کہ بجائے جراثیم کا مارنا، ان کا سمیاتی اثر ضائع کرنا، تعفن اور فساد کو دور کرنا، کیفیاتی اور نفسیاتی حالت کا بدلنا، اور مادی و فعلی صورتوں کو رفع کرنا وغیرہ کے لئے صرف اعضاء کے افعال درست کر دیئے جائیں۔ بخار اور دیگر امراض دور ہو جائیں گے۔ اس طرح صحیح معنوں میں علاج ہوسکتا ہے۔

ملیریا کی وبائی صورت

وبا ایک تعفن اور فساد ہے جو ہوا میں پیدا ہوتی ہے۔ ہوا سے مراد وہ جسم ہے جو زمین کے اوپر کی فضا میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ جسم حقیقت میں خالص ہوا نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر اصلی ہوا کے علاوہ پانی کے اجزاء جو بخارات کی شکل میں اٹھتے ہیں مٹی کے اجزاء جو دھوئیں اور غبار کے ساتھ اٹھتے ہیں اور آگ کے اثرات جو زمین سے اٹھتے ہیں یا سورج سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب چیزیں اس جسم میں ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ ہوا غیر چیزوں سے مل کر خالص اور بسیط نہیں رہی۔ اس لئے اس کا متعفن اور گندہ ہونا محال نہیں ہے۔ چنانچہ جب اس کے ساتھ برے بخارات مل جاتے ہیں، جو خراب کانوں یا گندی جھیلوں یا خراب سبزیوں اور درختوں یا میدان جنگ کی لاشوں اور مردوں وغیرہ سے نکلتے ہیں یا جب ہوا کے ساتھ کوئی اور چیز مل جائے جس سے وہ خالص نہیں رہی یا جب آسمانی بارش یا زمینی نامعلوم اسباب سے ہوا میں غیر معمولی تری آ جاتی ہے تو جلد سے جلد متعفن ہونے کی ہوا میں قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے ہلکی حرارت کا عمل کرنا شرط ہے۔ ہوا کا یہ تعفن اس پانی کے تعفن کے مشابہ ہے جو کھڑا ہوا اور دوسرے اجزائے ارضیہ کے مل جانے سے بگڑ گیا ہو۔ جب ہوا متعفن ہو جاتی ہے اور یہی ہوا سانس کے ساتھ جسم میں داخل ہوتی ہے تو بدن کے مواد بھی گندے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہوا کے یہی گندے اجزاء اخلاط کے ساتھ مل جاتے ہیں اس طرح اخلاط میں عفونت آ جاتی ہے۔ اس طرح جب ایک عارضی اور زہریلی چیز بدن میں پہنچتی ہے تو قوتیں کمزور ہوکر رطوبتوں کے قبضہ و تصرف سے عاجز اور عارضی حرارت کے روکنے سے مجبور ہو جاتی ہیں۔ اور سب سے پہلے قلب کے مواد گندے ہو جاتے ہیں، کیونکہ بیرونی ہوا سب سے پہلے قلب تک ہی پہنچتی ہے۔ جہاں پر اس کا خون متعفن ہو جاتا ہے۔ پھر تمام جسم میں پھیل کر بخار کی صورت

پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بخار چونکہ ہوا کے تعفن سے پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ایک کثیر مخلوق کو جن کے بدن میں استعداد اور قابلیت ہوتی ہے بیک وقت لاحق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس کا سبب ہی عام اور پھیلا ہوا ہے، دوسرے ان مریضوں کے بدن میں برے اور زہریلے بخارات دیگر لوگوں کے سانس میں چلے جاتے ہیں اور جب دوسرے شخص کے قلب میں پہنچتے ہیں تو اس میں اثر کر کے اس کے مزاج و اخلاط اور روح کو فاسد کر دیتے ہیں۔ وباء کی استعداد اور قابلیت ان لوگوں میں ہوتی ہے جن کا بدن برے مواد سے پُر اور وبائی ہوا کے مناسب ہوتا ہے۔ جن کے اعضائے بدن ضعیف ہوتے ہیں۔ ایسے بخار اکثر موسموں کے تغیرات خصوصاً برسات کے موسم کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ مرطوب زمین میں ہلکی حرارت فوراً گندے اور متعفن بخارات پیدا کر کے فضاء میں کم وبیش تعفن پیدا کر دیتی ہے۔ البتہ اگر برسات کا موسم طویل ہو جائے اور گرمی بالکل ختم ہو جائے تو یہ موسمی بخار تو نہیں پیدا ہوتا، البتہ سردی تری کے امراض جیسے نزلہ زکام کھانسی اور ذات الریہ کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں، وبائی بخاروں کی علامتوں میں ایک بڑی علامت یہ ہے کہ یہ بہت سے لوگوں بلکہ حیوانوں کو بھی عام طور پر بیک وقت کثرت سے لاحق ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی عمومیت کی وجہ سے اس کو وباء کہتے ہیں۔ ورنہ موسم کے لحاظ سے یہ موسمی بخار بھی کہلاتے ہیں۔ البتہ موسمی حرارت میں عمومیت کی وبائی شدت نہیں پائی جاتی۔ حقیقت میں بخار کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ خصوصیت کے ساتھ جس بخار کو موسمی کہتے ہیں وہ یہی ملیریا (حمی غب) ہے۔ کیونکہ ہر سال یہ اپنے موسم میں کم وبیش ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر برسات میں فضا میں تعفن ہوتا ہے اور جن علاقوں میں برسات کے پانی کو جو رک گیا ہو جلد ختم نہیں کر دیا جاتا تو یہی موسمی بخار وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

عفونت کیا ہے؟

عفونت جس کو سڑاند بھی کہتے ہیں، عارضی حرارت کے اس فعل کا نام ہے جو کسی رطوبت میں حرارت غیر طبعی سے تغیر پیدا کر دے۔ باوجود اپنی نوعیت پر قائم رہنے کے وہ رطوبت اپنے اصل مقصود کے لئے کارآمد نہیں رہتی۔ گویا مادہ کے اندر تخمیر اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس کا تعلق بدن کی رطوبت سے ہوتا ہے تو سڑاند کے بعد نہ وہ پکتی ہے اور نہ اصلاح پذیر ہوتی ہے۔ اور نہ اس سے بدن میں کوئی فائدہ پہنچتا ہے، کیونکہ وہ سب کے طبعی افعال ہیں۔ جو حرارت اصلیہ کی مدد سے پورے ہوتے ہیں۔ کیونکہ حرارت آتشی اور عارضی جو ان طبعی افعال کے مخالف ہوتی ہے، اس لئے اس رطوبت سے گرم اور تیز بخارات اٹھتے ہیں، جو اعضاء کے مزاج کے مخالف ہوتے ہیں۔ جن سے اس وقت بدن کے اندر سوزش اور گرمی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ عارضی حرارت جب کسی مرکب پر اثر کرتی ہے تو اس کے مرکب اجزاء ناریہ یعنی آتشی اجزاء کو حرکت دے کر الگ کرنا چاہتی ہے، پھر یہ اجزاء اس عارضی حرارت کی امداد سے ہوا کے لطیف اجزاء کی جن سے حرکت کے باعث ملاقات ہوتی ہے، ہوائی طبیعت کی طرف سے نکال کر طبیعت کی طرف لے آتے ہیں۔ یعنی ہوائی اجزاء کو آگ بنا دیتے ہیں، جس سے اجزاء ناریہ مرکب میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عارضی حرارت کا اس مرکب پر غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس مرکب کی رطوبت گرم ہو کر اس قدر جوش مارتی ہے کہ اس کے لطیف اجزاء کثیف اجزاء کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اور عناصر میں جا ملتے ہیں۔ مرکب اجزاء سے نکل کر لطیف اجزاء کا عناصر میں ملنے کے عمل کو "عمل احتراق" کہتے ہیں۔ یہی ایک زندگی کی موت ہے۔

طب یونانی کے عملی طور پر اس عمل عفونت اور احتراق کے طریق کار پر اگر غور کیا جائے تو بے حد حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح فرنگی طب سے سینکڑوں سال قبل حکماء اسلام نے اس خوبصورتی سے فرمنٹیشن (عمل تبخیر) اور اکسائیڈیشن (عمل احتراق) کو بیان کیا ہے کہ

ماڈرن سائنس آج بھی اس کو ذہن نشین نہیں کرا سکتی۔ خاص طور پر آتشی اثرات سے ہوائی اجزاء اور رطوبت سے ناری اجزاء کا عناصر میں شامل ہونا قابل تعریف طریق پر بیان کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ پانی بھی جلتا ہے، ماڈرن سائنس ہوا کے اندر جو آکسیجن، کاربانک ایسڈ گیس اور ہائیڈروجن کے تغیرات بیان کئے گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے طب اسلامی کی نقل اتاری جا رہی ہے۔ جو کچھ ہم ماڈرن سائنس کی گیسوں پر لکھ چکے ہیں، اگر ایک بار پھر اس پر غور کرلیں تو طبی تحقیقات کا لطف ہی آ جائے گا۔

جن حقائق کو ہم نے بیان کیا ہے جن میں بخار اور حرارت کی ماہیت، ملیریا اور جسم انسان کا تجزیہ اور حرارت و بخار کی پیدائش، وبائی اثرات اور عفونت و تبخیر کے تغیرات قابل ذکر ہیں۔ ایمانداری سے غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور زہر ملیریا بھی سبب واصلہ اور فاعلہ نہیں ہے بلکہ سبب واصلہ اور فاعلہ افعال اعضاء کی خرابی ہے جو مناعت (امیونٹی) اور قوت مدبرہ بدن (وائٹل فورس) کی کمزوری کے بعد پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی دراصل بخار کا صحیح سبب ہے۔ نیز ہر بخار میں کسی نہ کسی عضو کی اول خرابی ہوتی ہے، پھر بخار بلکہ ہر مرض پیدا ہوتا ہے۔ جیسے اگر جگر اور طحال کی خرابی سے حمی غب ملیریائی زہر کا بخار پیدا ہوتا ہے تو اس کو ملیریائی بخار کہنے کی بجائے کبدی یا غدی بخار کہنا چاہئے جس میں خرابی طحال میں شامل ہو جاتی ہے، اسباب تقدم و تاخر اور مناعت و قوت مدبرہ بدن کی تفصیل ہماری کتاب ''تحقیقات حمیات'' میں دیکھیں جس میں ہر قسم کے بخار کو مکمل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

مچھر اور جراثیم کا محققانہ جائزہ

فرنگی طب کی گمراہی

فرنگی طب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ فرنگی ڈاکٹروں نے ماہیت امراض وتشخیص امراض اور حفظانِ صحت وعلاج الامراض میں نظریہ جراثیم کو داخل کر دیا ہے۔ جس سے وہ جسم انسان کے حقیقی مطالعہ کی بجائے جراثیم کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ وہ اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ جراثیم کی تحقیقات ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور جس مرض کے جراثیم تحقیق ہوتے جائیں گے وہ مرض قابو میں آ جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی جراثیمی مرض پر قابو پانا تو رہا ایک طرف اصل ماہیت امراض وتشخیص امراض اور حفظان صحت اور علاج امراض سے کوسوں دور ہو جانے کے ساتھ اعضائے انسان کی فعلی تبدیلیوں سے بالکل بے خبر ہو گئے۔ مثلاً جب نسیج عصبی میں تحریک ہو تو ان کے خلیہ کی کیا حالت ہوتی ہے، اس وقت نسیج عضلات کے خلیات اور دیگر اقسام کے انسجہ کے خلیات کس حالت میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح دیگر انسجہ کے خلیات میں تحریک ہو تو ان انسجہ کے خلیات میں کیا تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے کسی ایک عضو سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے، ان کا دیگر اعضاء کے فعل انفعال کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ تیسرے جب کسی عضو میں رطوبات کچھ عرصہ کے لئے رکتی ہیں تو ان میں کیا کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں، غرض جسم انسان میں خلیات وانسجہ کے باہمی تعلق ان پر خون کے کیمیاوی تغیر اور خون میں ان کے فعلی اثرات اور ان کے کیمیاوی اور مشینی اثرات کا صحت ومرض کے ساتھ کیا دخل ہے۔

بہر حال فرنگی طب میں ان مسائل اور ایسے بہت سے مسائل میں خاموش ہے۔ اگر انہوں نے خلیات وانسجہ اور افعال الاعضاء پر کچھ کام کیا ہے تو وہ ماہیت امراض وتشخیص اور حفظ صحت اور علاج امراض کے سلسلہ میں نہیں کیا بلکہ نقطہ نگاہ صرف یہ رہا ہے کہ جراثیم نے ان اعضاء میں کیا کیا تغیرات پیدا کئے ہیں، اسی گمراہی سے وہ آج تک فن میں ناکام اور نامراد رہے ہیں۔ آج تک ایک بیماری کا صحیح علاج نہیں تلاش کر سکے اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے جراثیم کی تحقیقات بہت بڑا کارنامہ کیا ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں اس کے اس کارنامے کو غلط کر چکے ہیں لیکن اس نظریہ جراثیم کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے ان کا محققانہ جائزہ لیتے ہیں کہ اہل فن وصاحب علم اور حکماء و محقق ان کی حقیقت کے ہر پہلو سے واقف ہو جائیں۔

حقیقت جراثیم

ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ جراثیم نہیں ہیں۔ جراثیم ضرور ہیں اور مختلف اقسام کے ہیں۔ ہم نے بھی خوردبین کے نیچے دیکھے ہیں۔ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں، جس طرح دیگر اقسام کے بغیر خوردبین کے نظر آنے والے کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض ہیں۔ جسم انسان کے اندر بھی چنونے، کدو دانے، کیچوے اور دیگر اقسام کے کیڑے پائے جاتے ہیں۔ بلکہ جسم کے باہر بھی جوئیں اور چیچڑ پائے جاتے ہیں، اور ان اندرونی بیرونی کیڑوں مکوڑوں کو طب یونانی بھی اسباب الامراض تسلیم کرتی ہے۔ اسی طرح جراثیم بھی اسباب الامراض بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ سب اسباب سابقہ ہیں، اسباب واصلہ اور فاعلہ نہیں بن سکتے۔ اسباب فاعلہ اور واصلہ صرف اعضاء جسم انسانی ہی ہو سکتے

ہیں۔ جب تک ان میں خلل نہ پیدا ہو تو وہاں پر نہ مواد رک سکتا ہے اور نہ جراثیم اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جراثیم کی مولد زہر کی حیثیت تو ہو سکتی ہے، لیکن پیدائش کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کو ختم کر دینے سے امراض دور ہو سکتے ہیں۔

پیدائش مچھر اور جراثیم

مچھر اور جراثیم ملیریا کی پیدائش ایک خاص موسم اور ایک خاص ماحول میں ہوتی ہے۔ جیسے بارش میں مینڈکوں اور انتہائی تعفن میں بچھوؤں اور کن کھجوروں کی پیدائش عمل میں آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب ملیریا کے زہر کو روکنے کے لئے اس رطوبتی ماحول کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب ملیریا کی وباء پھیل جاتی ہے تو فضاء میں یہی زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک خاص موسم اور ماحول پیدا نہ ہو تو یہ زہر پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی مچھر اور ملیریا کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ گویا مچھر اور جراثیم خاص موسم خاص ماحول اور خاص مادے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ فطری بات ہے، فطرت مچھر اور جراثیم ملیریا کیوں پیدا کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی طب اس راز سے واقف نہیں ہے۔

مچھر اور جراثیم انسانی صحت کے محافظ ہیں

جب خاص موسم، خاص ماحول اور خاص مادہ پیدا ہوتا ہے جسم انسان کے اعضاء خصوصاً جگر اور غدود میں رطوبات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اگر یہ رطوبات بڑھ جائیں تو جسم انسان میں حرارت کی کمی واقع ہو جاتی ہے جس سے خوفناک رطوبتی امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے طبیعت مدبرہ میں اس رطوبت میں خمیر و تعفن اور فساد پیدا کر کے اس میں حرارت پیدا کر دیتی ہے اور یہ حرارت تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور یہی کام قدرت اور ملیریائی جراثیم سے بھی عمل میں لاتی ہے۔ تاکہ خاص موسم و خاص ماحول اور خاص مادے سے جن امراض کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو وہ یہ قدرتی علاج کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملیریا کے زہر سے جسم میں صفراوی بخار پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زہر سرطان و جوڑوں کے درد اور ٹی بی کے لئے اکسیر ہے۔ جن لوگوں میں یہ امراض پیدا ہوتے ہیں، ان میں حرارت کی کمی ہو جاتی ہے۔

ملیریا کا یہ علاج نہیں ہے کہ حرارت کو ختم کیا جائے، بخار کو اتار دیا جائے اور صفراء کو دور کر دیا جائے جیسا کہ فیور مکسچر اور کونین سے کیا جاتا ہے۔ اس طرح انسان میں دیگر خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ علاج ہے کہ جراثیم کش ادویات سے جراثیم ملیریا کو تباہ کیا جائے بلکہ اس کا صحیح علاج صرف یہ ہے کہ حرارت کو بڑھایا جائے۔ بخار کو تیز کیا جائے اور صفراء کو زیادہ کیا جائے، یعنی کبدی اور غدی افعال کو تیز کیا جائے۔ اس طرح فوراً پت کا خمیر و تعفن اور فساد ختم ہو جائے گا اور حرارت اعتدال پر آ جائے گی، بخار اتر جائے گا اور صفراء کی زیادتی اور اخراج کے بعد آنتوں کی خرابیاں اور اسی طرح خون اور دیگر اعضاء کی فضول رطوبات اور خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ جب اس قسم کا صحیح علاج نہیں کیا جاتا تو بخار مدتوں نہیں اترتا اور پرانا ہو جاتا ہے۔ اگر زبردستی مبردات، مسکنات اور مدرات اور مخرشات سے روک بھی دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ مریض ان امراض میں گرفتار ہو جائے گا جن کو ملیریائی امراض کہتے ہیں۔ جن کا ذکر کر چکے ہیں۔ وہ تمام امراض حرارت اور صفراء کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا علاج اب بھی یہی ہے کہ ان کو اوّل ملیریا بخار پیدا کیا جائے اور اس میں اس قدر حرارت و صفراء بڑھا دیا جائے کہ بخار خود بخود اتر جائے ساتھ ہی وہ امراض بھی ختم ہو جائیں گے۔

یاد رکھیں! جن لوگوں کے جسم میں حرارت اور صفراء وغیرہ کی زیادتی ہوتی ہے ان کو ملیریا بخار (حمی غب) نہیں ہوتا۔ مثلاً جن کو یرقان ہو ان کو ملیریا بخار نہیں ہوتا کیونکہ حرارت دافع تعفن ہے اور صفراء کے متعلق حکماء اور اطباء کا فیصلہ ہے کہ خالص صفراء میں تعفن نہیں ہوتا لہ وہ خود دافع تعفن ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ملیریا بخار کا علاج جسم میں حرارت اور صفراء کا پیدا کرنا اور بڑھانا ہے۔ اس کا علاج کونین اور دیگر راثیم کش ادویات نہیں ہیں جو قاطع حرارت اور صفراء ہیں۔

کونین کے اثرات وافعال اور خواص

کونین کی پیدائش اور تاریخ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔ اب یہاں اس کے صحیح اثرات وافعال اور خواص لکھے جاتے ہیں۔ جن سے فرنگی طب قطعاً واقف نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ ملیریا بخار اور اس کے علاج سے بالکل بے علم ہے۔

جاننا چاہئے کہ فرنگی طب جب بھی کسی دوا کے اثرات وافعال اور خواص حاصل کرتی ہے تو وہ اوّل یہ دیکھتی ہے کہ اس سے کس قسم کے جراثیم مرتے ہیں۔ دوسرے اس کے اثرات خون میں کیا پیدا ہوتے ہیں اور تیسرے کن کن اعضاء پر کیا کیا اثر ہوتا ہے۔ ظاہر میں تو یہی باتیں ہونی چاہئیں، لیکن اس میں تین خرابیاں ہیں:

① ہر دوا کا تعلق ضروری نہیں کہ جراثیم کے ساتھ ہو اور اگر ہو بھی تو علاج میں کیا فرق پڑتا ہے۔ دواء نے تو بہر حال خون اور کسی نہ کسی عضو پر اثر کرنا ہے۔ اس لئے اثرات وافعال اور خواص بالا اعضاء دیکھنے چاہئیں۔

② جہاں تک خون کے اندر اس دوا کے اثرات وافعال اور خواص دیکھنے کا تعلق ہے وہ خون کے اجزاء کی کمی بیشی کو دیکھتی ہے یعنی خون میں فیرم وسلفر اور سوڈیم و پوٹاشیم وغیرہ کی اس حد تک کمی بیشی ہوگئی ہے۔ لیکن وہاں دیکھنے کی یہ ضرورت ہے کہ اعضاء جسم کے اندر سے جو رطوبات خون میں شامل ہوتی ہیں اور اخراج پاتی ہیں ان کی کیا صورت ہے، کیونکہ خون ہی ان کو غذا دیتا ہے اور ان کے فضلات خارج کرتا ہے۔

③ جہاں تک اعضاء وجسم کو دیکھنے کا تعلق ہے وہ جسم کے مرکب اعضاء پر دوا کے اثر وافعال اور خواص دیکھتی ہے۔ اور وہ بھی ان کی تیزی وسستی اور خون کا اس طرف کم وبیش جانا اس طریقہ سے بھی غلط ہے۔ کیونکہ ہر عضو مختلف اقسام کے خلیات وانسجہ سے مرکب ہے، جن کو وہ چار تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر ہر ایک پر ایک ہی دواء کا مختلف اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کی فعلی لاعلمی و جہالت اور گمراہی سے جو نتائج نکل سکتے ہیں ان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اثرات وافعال اور خواص سے پورے طور پر واقف نہیں ہے۔ کونین کے خواص جو ہم لکھ رہے ہیں وہ اصولی ہیں ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ملیریا میں کس قدر نقصان رساں ہیں۔

کونین کے اثرات

دو الفاظ میں کونین کے اثرات فارمولا یہ ہیں کہ وہ ''عضلاتی اعصابی'' ہے۔ یعنی اس کے استعمال سے فعلی (مکینیکلی) طور پر یعنی خون میں حرارت اور صفراء کو کم کرتی ہے۔ یہ فارمولا بالکل اسی طرح ہے جیسے طب یونانی میں مزاج ادویات بیان کئے جاتے اور کہا جاتا ہے فلاں شے سرد خشک ہے۔ یعنی پہلا اثر فعلی اور دوسرا کیمیاوی ہوتا ہے۔ کونین کا مزاج خشک سرد ہے۔ چونکہ طب یونانی میں اس تقدم وتاخر کی جگہ درجے مقرر کر دیئے کہ اتنے درجہ سرد اور اتنے درجے خشک اس لئے اس میں سرد خشک، سرد تر اور گرم خشک گرم تر ہی صورت قائم رہتی ہے۔ لیکن اس صورت میں اثرات اشیاء میں بعض وقت مغالطہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے ہم نے اعضاء میں اثرات کے لئے تقدم وتاخر قائم

رکھا ہے۔اس طرح ''عضلاتی اعصابی'' کے مقابلے میں بعض اشیاء اعصابی عضلاتی بھی ہوتی ہیں۔

کونین کے افعال

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت کونین کے افعال اس طرح بنتے ہیں: محرک عضلات، مسکن غدود اور محلل اعصاب۔ یعنی خلیات وانسجہ عضلاتی میں تحریک وانقباض ہوگا۔ غدی خلیات وانسجہ میں رطوبات کی زیادتی سے سکون ہوگا اور اعصابی خلیات اور انجسہ کی طرف خون کی زیادتی سے دباؤ اور حرارت کا اثر زیادہ ہوگا جہاں پر تحلیل اور کمزوری واقع ہوگی۔

کونین کے خواص

چونکہ کونین عضلاتی خلیات اور انجسہ (سیلز اینڈ ٹشوز) میں تحریک اور انقباض پیدا کرتی ہے اس لئے ان کے سکڑنے پر دل کے فعل میں تیزی اور گھبراہٹ، سر سے لے کر پیر تک عضلات میں تحریک جسم میں ریاح کی زیادتی، رطوبات میں خشکی، ناک منہ آنکھ کی رطوبات میں خشکی، پیشاب ومنی اور ودی و مذی میں رکاوٹ، سیلان الرحم میں خشکی، قبض، پیٹ میں تیزی اور ریاح کی وجہ سے کبھی تے اور کبھی پیچش دماغی عضلات میں تیزی سر چکرانا اور کان میں شائیں شائیں ہوتی ہے۔

چونکہ غدود کے خلیات وانسجہ میں رطوبات کی زیادتی ہوگی اس لئے جگر وطحال اور گردوں وغیرہ دیگر غدود میں حرارت کی کمی واقع ہوجائے گی۔ غشائے مخاطی ٹھنڈی ہوگی، خون کی پیدائش اور اس کی سرخی کی پیدائش اور تقویت خون رُک جائے گی۔ اگر جسم خصوصاً عضلاتی خلیات اور انسجہ میں جب تک رطوبات ہیں اس کا اثر مفید ہوگا۔ لیکن وہاں رطوبات کم ہونے پر مضر اثرات شروع ہوجائیں گے۔

چونکہ اعصاب اور دماغ کی طرف خون کی زیادتی کی وجہ سے وہاں پر دباؤ اور حرارت کی زیادتی ہے اس لئے وہاں پر تحلیل اور کمزوری واقع ہوگی، جو لوگ اس کو طاقت اعصاب و دماغ اور خاص طور پر قوت باہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، وہ اب اندازہ لگائیں کہ یہ کہاں تک مفید ہے جبکہ یہ خصیوں میں حرارت کو کم کرتی ہے اور رطوبات کی پیدائش میں بھی کرتی ہے اور اس سے وہاں پر سردی پیدا ہوجاتی ہے۔ البتہ امساک کے لئے مفید ہے۔ اور جو لوگ ملیریا کی روک تھام کے لئے روزانہ استعمال کرتے ہیں، ان کے جسم کی طاقت کا کیا حشر ہوسکتا ہے۔

چونکہ اس کا ردِّ عمل حرارت ہے، اس لئے طبیعت مدبرہ بدن جسم میں حرارت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے، اس لئے ڈاکٹر ہانمن نے تجربات میں کونین سے بخار ملیریا پیدا ہوتا رہا ہے۔ اس لئے جب ملیریا بخار چڑھ جاتا ہے تو اس کی قلیل مقدار دینے سے اس کی حرارت میں کچھ اضافہ ہوتا ہے اور بخار اتر جاتا ہے۔ البتہ بڑی مقدار میں اس کے اثرات خراب اور نقصان رساں ہوتے ہیں۔ بلکہ کثرت استعمال سے ایک قسم کا کونینی زہر (کونین پائزنگ) ہوجاتا ہے۔ اس لئے اس کو بغیر ضرورت کے استعمال کرنا نقصان رساں ہے۔

کونین کے یہ اثرات وافعال اور خواص بہت ہی مختصر لکھے ہیں۔ اگر تفصیل سے لکھے جائیں اور فرنگی طب کی کتب میٹریا میڈیکا سامنے رکھ کر ان کی غلطیاں بھی بیان کی جائیں تو یقیناً بہت طویل کتاب بن سکتی ہے۔ اب اہل علم وصاحب فن اور حکماء اور محقق خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فرنگی طب میں کونین کو کیا اہمیت ہے اور وہ باوجود آلات اور مشینوں کے ہوتے ہوئے اپنی گھر کی دوا کے اثرات وافعال اور خواص سے بھی صحیح طور پر واقف نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ان کی ہر دواء کو اپنی تحقیقات کی روشنی میں غلط ثابت کرسکتے ہیں اور اپنے رسالہ رجسٹریشن فرنٹ میں ہر ماہ کر رہے ہیں۔

کتاب حمیات اجامیہ پر ایک نظر

''تحقیقاتِ حمیات'' کے زمانے میں مجھے ''کتاب حمیات اجامیہ'' بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جو جناب حکیم کبیر الدین صاحب نے تالیف کی ہے اور جس کو ''دفتر المسیح'' قرول باغ دہلی نے شائع کیا ہے۔ جس کا سائز 26x20/8 ہے اور صفحات 160 ہیں۔ یہی کتاب ہے جس نے مجھے مجبور کیا کہ میں ملیریا کے متعلق اپنی تحقیقات تفصیل سے لکھوں ورنہ میں اپنی کتاب ''تحقیقاتِ حمیات'' میں اشارۃً یہ لکھ چکا تھا کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور کونین کے متعلق بھی لکھ چکا تھا کہ نہ فرنگی طب اس کے خواص سے واقف ہے، اور نہ وہ ملیریا کا علاج ہے۔

''کتاب حمیات اجامیہ'' ملیریا بخاروں (حمیات اجامیہ) کے متعلق ہے، اس لئے مجھے بھی لازم ہوگیا کہ پہلے میں ملیریا بخاروں کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کروں تو اس کے ساتھ ہی ''کتاب حمیات اجامیہ'' کے متعلق ان دو باتوں کا ذکر کروں۔ کیونکہ کسی کام کی برائی بیان کر دینا تو آسان ہے مگر کسی برے کام کو صحیح اور درست کر کے دکھانا مشکل ہے اس لئے میں نے پہلے ملیریا بخاروں کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، اب جن دو اہم باتوں کا ذکر کروں گا۔ وہ درج ذیل ہیں۔

اوّل: لفظ ''اجامیہ'' کے اضافہ کے ساتھ انہوں نے ملیریا بخاروں کے متعلق فرنگی طب کی تمام معلومات درج کر دی ہیں، گویا لفظ ''اجامیہ'' کے اضافہ کے ساتھ انہوں نے ملیریا کو مشرف باسلام کرلیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے باتوں کے ہیر پھیر کے ساتھ اپنی ساری کتاب ''مخزن حکمت'' از شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی بھاٹی گیٹ لاہور سے نقل کی ہے اور کہیں ان کا حوالہ نہیں دیا۔ دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

دوم: ملیریا بخاروں کو طب یونانی کے بخاروں کے ساتھ ایسا تطبیق کیا ہے کہ کوئی بخار نہیں چھوڑا۔ یعنی بلغمی، صفراوی اور سوداوی بلکہ دموی بخاروں کو بھی ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے۔ یعنی اخلاط و کیفیات کے تمام بندھن توڑ دیئے ہیں گویا اپنی طرف سے ہر طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملیریا واقعی طب یونانی کا ایک بخار ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

جناب حکیم کبیر الدین صاحب اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں (حمیات اجامیہ) دفتر المسیح کے سلسلہ رسائل کی ایک زبردست اور اہم کڑی ہے جسے اصحاب نظر اور ارباب ذوق دیکھ کر غالباً بہت زیادہ محظوظ ہوں گے۔ موسمی بخاروں میں کتنے مریض مبتلا ہوتے ہیں اور ملیریا (اجامیہ) سے ہمارے ملک میں کتنی اموات ہوتی ہیں اور اس موذی مرض کے عوارض کس قدر ہیں، اس کا صحیح اندازہ مطب کے روزمرہ کے مریضوں سے ہمارے اطباء اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ ایسے اہم اور کثیر الوقوع مرض کے لئے ایک مستحکم اور زبردست خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کیا ہے۔ طرز بیان، نوعیت اصطلاحات اور تحقیق و تدقیق میں ان تمام امور کی پوری پابندی کی گئی ہے جو دفتر المسیح کے مطبوعات کی عام اور ممتاز خصوصیت ہے۔ لیکن اگر اس میں اہل نظر حضرات کوئی کمی تصور فرمائیں جو ''خاصہ انسانی'' ہے تو اپنے ضروری مشورہ سے دفتر المسیح کو اطلاع دیں کہ طبع ثانی میں اس کی تلافی کر دی جائے۔ [محمد کبیر الدین 8 مئی 1933ء]

گویا جناب حکیم کبیر الدین صاحب کی ایک زبردست اور اہم تالیف ہے، جس کو نہ صرف خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کیا ہے بلکہ اس سلسلہ طرز بیان ونوعیت اصطلاحات اور تحقیق وتدقیق میں تمام امور کی پابندی کی گئی ہے۔ گویا (جیسا کہ سرورق پر لکھا ہوا ہے) موسمی بخاروں (ملیریا۔ اجامیہ) کا مفصل بیان طب جدید سے پوری تحقیق وکاوش کے ساتھ لکھا گیا ہے، اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب حکیم صاحب موصوف کو اپنی اس تحقیق وتدقیق پر ناز ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اوّل تمام کی تمام کتاب عنوان بعنوان نقل کی گئی ہے اور دوسرے طب کے بنیادی قوانین کو بری طرح سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین کو میری تحقیقات اور انکشافات سے اندازہ ہوگیا ہوگا جو فرنگی طب کی غلطیوں اور گمراہیوں کے متعلق بیان کی گئی ہیں اور جناب حکیم کبیر الدین صاحب بھی انہی فرنگیوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا مقام کیا ہے۔ میں ان کو علم وفن طب کا دشمن تو نہیں کہتا البتہ نادان دوست کہتا ہوں۔ اور جو اہل فن وصاحب علم اور حکماء ومحقق ان کی تمام تالیفات وتراجم کا مطالعہ اور خاص طور پر انہوں نے طب قدیم پر جو اعتراض کئے ہیں، اسی نتائج پر پہنچیں گے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تمام کتب کی اغلاط وخرابیاں اور گمراہیاں خاص طور پر ان کے طب قدیم پر اعتراضا کے جواب بہت جلد طبی دُنیا میں پیش کردیں گے تاکہ طب یونانی کی شکل وصورت اور خط وخال دُنیا طب خصوصاً فرنگی طب کے سامنے آجائیں اور وہ شرم سے اپنا منہ چھپالے۔ کتاب ''حمیات اجامیہ'' میں حکیم صاحب موصوف نے طب یونانی کو جو غلط اور گمراہ کن طریق پر استعمال کیا ہے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت اور وضاحت بیان کردی جائے۔ تاکہ جن لوگوں نے وہ کتاب پڑھی ہے وہ گمراہی اور غلط فہمی سے بچ جائیں۔

حمیات اجامیہ کی وجہ تسمیہ

جناب حکیم کبیر الدین صاحب حمیات اجامیہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حمیات اجامیہ کو ڈاکٹری میں ملیریا نیورس کہتے ہیں، اس کے علاوہ یہ تپ موسمی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ حمیات ''حمی'' کی جمع ہے، اور حمی کے معنی تپ یا بخار کے ہیں۔ ''اجام یا آجام'' اجمہ کی جمع ہے جس کے معنی نیستیاں کے ہیں، یعنی وہ مقام جہاں بانس اور سرکنڈے بکثرت اُگے ہوئے ہوں۔ اسی طرح ''میاہ آجامیہ'' سے مراد وہ رُکا ہوا پانی ہے جس کے اندر اور جس کے گرد بانس اور سرکنڈے وغیرہ اُگے ہوئے ہوں۔ جس میں نباتاتی اشیاء سڑگل رہی ہوں۔ اسی طرح ''بطیحہ'' کے معنی جھیل کے ہیں اور ''میابطاحیہ'' اس رُکے ہوئے پانی کو کہتے ہیں جس کے گرد درخت اور نباتات اُگے ہوئے ہوں۔

چونکہ ایسے مقامات کے باشندگان میں امراض اجامیہ (مثلاً اورام طحال، اورام جگر، حمیات غب، ربع اور مواظبہ وغیرہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں، اس لئے ان امراض میں وجہ تسمیہ میں مناسبت کافی ہے''۔

ملیریا کو اجامیہ ثابت کرنے کے بعد انہوں نے سمجھ لیا کہ بہت اچھا کارنامہ ہوگیا۔ اب وہ بہت آسانی سے ملیریا کو طب یونانی کا بخار ثابت کردیں گے۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ کتب قدیم سے وہ حمیات اجامیہ کے اسباب وعلامات اور حالات لکھتے، لیکن طب قدیم میں حمیات اجامیہ کا کہیں ذکر نہیں ہے، تو جناب نے فرنگی طب ملیریا کے تمام بیان کو نقل فرما کر اور بعض مقامات طب قدیم کے بخاروں کو توڑ پھوڑ کر تطبیق دے ڈالی اور اپنی اس جلد بازی میں یہ بالکل ہی نظر انداز کر گئے کہ اس سے طب قدیم کے بنیادی قوانین پر کس قدر شدید تباہی بلکہ طب یونانی جس کو ''جناب'' طب اسلامی کہتے ہیں ختم ہو جاتی ہے۔ چونکہ انکا ضمیر ان کی اپنی تحقیق کو تسلیم نہیں کرتا تو آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حمائے جامی (مواظبہ، غب، ربع وغیرہ) کو اطباء قدیم حمیات خلطیہ کے تحت شمار کرتے ہیں۔ جو اخلاط کی عفونت سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہے کہ مواظبہ، غب، ربع وغیرہ حمیات خلطیہ ہیں۔ لیکن یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ تمام بخار ایک ہی قسم کی خلط کے ماتحت آ جاتے ہیں۔ کیونکہ مواظبہ میں بلغم متعفن ہوتی ہے۔ غب میں صفراء خراب ہوتا ہے اور ربع میں سودا کے اندر فساد پایا جاتا ہے۔ ہر ایک کے اسباب و علامات اور علاج مختلف ہیں وہ سب حمیات اجامیہ کے تحت ایک جگہ کیسے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ سب ایک ہی شے ہیں تو پھر الگ الگ خلط و مزاج اور کیفیات کے تحت کیوں تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ اخلاط و مزاج اور کیفیات کا دھندا صرف ایک بکھیڑا ہے اور طب یونانی اس میں گرفتار ہے اور جب تک وہ اس میں گرفتار ہے وہ بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ یہی بات جناب نے قانون عصری میں تحریر فرمائی ہے (اس پر بھی ہم بہت جلد تنقید و تبصرہ کریں گے)۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرنگی کے ''ٹی بی'' کو تسلیم کر کے اس کا جراثیمی علاج قبول کر لیا ہے۔ اس کی وضاحت بھی ہمارے اوپر لازم ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے فرنگی خیالات پھیلانے کے لئے جناب نے پہلے اپنی کتاب ''افادات کبیر'' کے آخر میں طب قدیم کے قوانین (Laws) پر سختی سے اعتراضات کئے ہیں۔ جن کے جوابات جناب نے ابھی تک نہیں دیئے ہیں۔ گویا طب قدیم کو آپ خود فنا کر چکے ہیں اور پھر اس کے بہت بڑے نمائندے اور لیڈر بھی بنتے ہیں۔ اور اس تباہی و بربادی کا نام تجدید طب رکھا جاتا ہے۔

قدیم خیالات

بخاروں کے متعلق جناب حکیم کبیر الدین صاحب طب قدیم کے خیالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عفونت گاہے تمام بدن میں ہوتی ہے اور گاہے کسی ایک عضو میں پیدا ہوتی ہے اور اگرچہ عفونت ہر چہار اخلاط (خون، صفراء، بلغم، سودا) میں پیدا ہو سکتی ہے، لیکن اطبائے قدیم کے خیال کے مطابق خون کی عفونت سے جو بخار پیدا ہوتا ہے وہ حمائے مطبقہ ہے''۔

اوپر تو حکیم صاحب موصوف نے حمائے اجامی کو صرف مواظبہ، غب اور ربع وغیرہ کو تسلیم کیا ہی تھا اور ''حمائے مطبقہ'' کو بھی مان رہے تھے، جو خون کی عفونت کا بخار ہے۔ شکر ہے طب قدیم نے صرف چار ہی اخلاط مانے، اگر انہوں نے زیادہ مانے ہوتے تو ان سب کو بھی ملیریا کا شکار ہونا پڑتا۔ اس کے بعد خود ہی طب قدیم کے بخاروں کی تشریح کرتے ہیں، مگر پھر بھی اخلاط کے اختلاف کو نہیں سمجھتے۔ لکھتے ہیں: ''صفراء کی عفونت سے جو بخار ہوتا ہے وہ حمائے غب، تپ یا تجاری بخار کہلاتا ہے اور اس کی باری تیسرے روز ہوتی ہے اور اگر صفراوی بخار لازمی ہو تو اس کی شدت تیسرے روز ہوتی ہے۔ اور اگر بلغم کی عفونت سے ہوتا ہے تو اس کی روزانہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ ہر وقت رہتا ہے (لازمی ہوتا ہے) تو روزانہ کسی ایک وقت شدید ہوتا ہے اور اگر سودا کی عفونت سے ہوتا ہے تو چوتھے روز باری ہوتی ہے اور اگر یہ لازمی ہوتا ہے تو چوتھے روز اس کی شدت ہوتی ہے''۔

باوجود طب قدیم کے بخاروں کی تشریح اور توضیح کے جناب حکیم موصوف ان سب کو جو سبب اجامیہ (ملیریا) قرار دیتے ہیں، لیکن وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھاتے کہ ایک ہی سبب چار مختلف اخلاط پر اثر انداز ہو نا ان کو کیسے متعفن کر سکتا ہے۔ اگر وہ کسی ایک یا دو کو جو اس کی طبع کے مخالف ہوں متعفن تو کر سکتا ہے اور جو اخلاط اس کی طبع کے مخالف نہیں ہیں، ان کو کیسے متعفن کر سکتا ہے۔ پھر جبکہ ہر خلط کا مقام جدا ہے اور اس کا تعلق ایک الگ عضو کے ساتھ ہے۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیں کہ چونکہ سارا خون متعفن ہو جاتا ہے اس لئے سارے اخلاط متعفن ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسا کوئی بخار طب قدیم میں نہیں ہے، اگر ہم مرکب بخاروں کو ایک ایسا بخار تسلیم بھی کر لیں جیسا کہ آیورویدک میں سنیات جور ہے تو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ملیریا بخار کا اثر جگر اور طحال سے آگے نہیں بڑھتا۔ اس میں کبھی بھی دل، دماغ اور عضلات و اعصاب کے اندر تعفن پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی ان مقامات پر رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

اب اہل علم وصاحب فن اور حکماء ومحقق خود ہی اندازہ لگالیں کہ ہم ملیریا بخار کو کس خلط اور کس عضو کے ساتھ مخصوص کریں، کیا اس کا نام تحقیق ہے، اور اس کو تجدید فن کہتے ہیں۔

جدید تحقیقات

جدید تحقیقات یعنی فرنگی طب کی تحقیقات کے متعلق لکھتے ہیں: ''اطبائے جدید (فرنگی ڈاکٹر) مذکورہ بالا طریق سے اخلاط کی عفونت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ آج کل یہ پرانا خیال تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس بخار کا سبب وہ خراب اور فاسد ہوا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کا نام ملیریا ہے۔

تحقیقات جدیدہ (فرنگی سائنس) کی رو سے ملیریا زہریلی ہوا نہیں ہے بلکہ خاص قسم کے جراثیم ہیں۔ جو ایک خاص قسم کے مچھر (جس کا نام انافلیز ہے) کے کاٹنے سے انسان کے خون میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور اس بخار کو پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ (فرنگی ڈاکٹر) اس بخار کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

ملیریا ایک متعدی مرض ہے جو خون میں خاص قسم کے جراثیم کی موجودگی میں پیدا ہوتا ہے۔ اس میں بخار کا ہونا تلی اور جگر کا بڑھ جانا، ضعف ونقاہت کا لاحق ہونا، خصوصی علامات ہیں۔ لیکن اصطلاحاً ان شدید بخاروں کو اجامیہ (ملیریا) کہتے ہیں جو حیوانی قسم کے جراثیم سے پیدا ہوتے ہیں''۔

جناب حکیم کبیر الدین صاحب نے مندرجہ بالا جدید تحقیقات کے جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں دو مذکورہ بالا بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ نیا مرض ہے بلکہ یہ ایک قدیم مرض ہے (صرف اس کا نام حمائے اجامی جدید مجوزہ ہے)۔ یونانی اور رومی اطباء زمانہ قدیم سے اس سے واقف تھے، چنانچہ مشہور ومعروف حکیم بقراط نے (جس کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے چار سو ساٹھ سال قبل ہے) اور اس کے بعد حکیم جالینوس اور رومی حکیم کلوس نے اس قسم کے بخاروں کو بیان کیا ہے۔ اگرچہ وہ بیانات آج کل کی مدونہ کتب میں دوسرے طریقہ سے درج ہیں۔ تاہم ان کے عوارض اور علامات وغیرہ کو دیکھ کر معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ درحقیقت حمیات اجامیہ ہی ہیں۔ چنانچہ ان میں روزانہ مواظبہ یا بلغمی، تیسرے روز آنے والے بخار کو غب یا صفراوی اور چوتھے روز آنے والے بخار کو ربع (چوتھیا) کہا گیا ہے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ قدیم اطباء کے نقطہ نظر سے ان میں بیان کردہ اخلاط کی زیادتی اکثر ہوتی ہے اور اطبائے جدید اگرچہ اطبائے قدیم کی بیان کردہ تعفن اخلاط کو اس کا سبب نہیں گردانتے۔ لیکن اخلاط میں تعفن ضرور ہوتا ہے۔ خواہ مچھر کاٹنے سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو، حمائے اجامی کو یونانی الاصل ثابت کرنے کے بعد پھر فرنگی طب کی تحقیقی نوعیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں لیکن اس کو فراموش کرجاتے ہیں کہ ان کی تمام کوشش ملیریا کو اجامیہ ثابت کرنے والی ختم ہوجاتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں: ''بہرحال کچھ عرصہ پیشتر حمائے اجامی (ملیریا) کا سبب زہریلی خراب ہوا سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جوں جوں تحقیقات میں اضافہ ہوتا گیا فاسد اور زہریلی ہوا کو اس کا سبب قرار دینے میں تعمیل کیا جانے لگا۔ اور اس کا سبب خاص قسم کا مچھر قرار دیا گیا''۔

اس فرنگی تحقیق کو بیان کرنے کے بعد معاً خیال آگیا کہ ''اجامیہ'' کی اہمیت ختم ہورہی ہے تو پھر اجامیہ کی طرف لوٹتے ہیں اور لکھتے ہیں ''لیکن یہ واضح ہے کہ صرف مچھر کو سبب قرار دینے میں بھی خراب اور زہریلی ہوا سے گریز نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ بارش کے زمانے میں جب گرم اور مرطوب مقامات پر نباتاتی مادے گلتے سڑتے ہیں تو ان کے فساد وتعفن سے ہوا بھی متکیف ہوتی ہے اور اس سے مچھر کی پیدائش میں غیر معمولی افزائش ہوجاتی ہے۔ بہرحال ان سب باتوں کا باہمی گہرا تعلق ہے''۔ اس تعفن اور فساد کے تعلق پر زور دے کر ناک

الٹا پکڑنے سے سیدھے ناک پکڑ کر کہا جا سکتا ہے کہ جو فساد تعفن ہوا کو خراب کر دیتا ہے وہی مچھر اور جراثیم بھی پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس خاص موسم اور ماحول کے بغیر نہ ہوا خراب ہو سکتی ہے اور نہ ہی مچھر اور جراثیم پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مچھر اور جراثیم بہرحال مخلوق ہیں کیونکہ ازلی اور ابدی مخلوق نہیں ہیں۔ جو مخلوق ہے وہ اس کا مناسب زمانے و ماحول اور خاص قسم کے تعفن میں پیدا ہو جانا ممکن ہے، اس طرح مچھر اور جراثیم تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بغیر مچھر کے کاٹے ملیریا ممکن نہیں ہے اس طرح مچھر اور جراثیم سے تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بغیر مچھر کے کاٹے ملیریا ممکن نہیں ہے تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حرارت غریبہ میں خود یہ قابلیت ہے کہ وہ جسم انسان کے اندر جو مواد ہے کہ اس میں تخمیر فساد کی صورت ہو کر جراثیم ملیریا پیدا ہو سکتے ہیں۔

جب فرنگی طب خود یہ تسلیم کرتی ہے کہ ملیریا میں طحال اور جگر بڑھ جاتا ہے، اور دونوں کا بڑھنا ان کے اندر رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے تو جناب حکیم کبیر الدین اس بخار کو بلغمی، سوداوی بلکہ دموی کیوں کہتے ہیں جبکہ ان بخاروں کا تعلق جگر اور طحال کے ساتھ نہیں ہے، جبکہ انہوں نے ہر بخار کی جدا جدا تعریف کی ہے اور وہ تمام کسی ایک عضو کے بگڑنے سے پیدا نہیں ہوتے۔ اگر ہم ملیریا کو اس قسم کا بخار تسلیم کرلیں کہ اس کا تعلق تمام اخلاط سے ہے تو پھر طب قدیم کا بنیادی قانون اخلاط و مزاج بالکل ختم ہو جاتا ہے، اس امر کو قطعاً تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ فرنگی طب کے ملیریا کا کوئی تصور طب قدیم میں بھی ہے۔ جس بخار کو طب قدیم میں حمائے اجامی کہا جاتا ہے وہ صرف موسمی بخار ہے جس کا تعلق صحیح طور پر صرف جگر سے ہے۔ طحال میں خرابی صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ جسم میں جو رطوبات زیادہ ہو جاتی ہیں، جن کو غدود جاذبہ اکٹھا کر کے طحال میں اکٹھا کر دیتے اور وہ تلی جگر کی طرح بڑھ جاتی ہے ورنہ اگر سوداوی بخار ہو تو سودا میں تعفن پیدا ہونا ضروری ہے۔

اگر حکیم کبیر الدین صاحب دلیل کے لئے روزانہ بخار کا آنا، تیسرے روز کا بخار آنا اور چوتھے روز بخار آنا بلغمی و صفراوی اور سوداوی بخاروں کی دلیل ہے تو جب تمام اخلاط کے لازمی بخار ہوتے ہیں اس صورت میں وہ کیا دلیل دے سکتے ہیں۔ اس طرح کی باریاں آنا صرف صفراء کی کمی بیشی پر منحصر ہے یعنی اگر صفراء کی زیادتی ہے تو بخار لازمی رہتا ہے، اگر کم ہو تو روزانہ آتا ہے۔ اگر اور کم ہو تو تیسرے روز آتا ہے، اسی طرح چوتھے و پانچویں اور چھٹے و ساتویں روز تک باریاں چلی جاتی ہیں۔ جب چوتھے و پانچویں اور چھٹے و ساتویں روز کے بخاروں کو سوداوی بخار مانا جاتا ہے تو کیوں نہیں ان کو صفراوی تسلیم کر لیا جاتا۔ جبکہ صفراء جل کر سودا بن سکتا ہے۔ جس قدر صفراء کی زیادتی ہوگی اسی قدر جگری بخار جلد ختم ہو جاتے ہیں، اس کا علاج بھی یہی ہے کہ اس بخار میں صفراء کو بڑھایا جائے، فوراً بخار اتر جاتا ہے۔

اس بخار سے تحفظ کی آسان تدبیر بھی یہی ہے کہ ملیریا کے دنوں میں جسمی حرارت اور صفراء کو بڑھا دیا جائے۔ اس طرح ہر انسان اس بخار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جس قدر اس میں خراب علامات پیدا ہوتی ہیں وہ رطوبات کی زیادتی اور صفراء و حرارت کی کمی ہوتی ہے۔ ان کا علاج بھی حرارت و صفراء کا بڑھانا اور جگر کے فعل کو تیز کرنا ہے۔ اس حقیقت کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ بدن میں جس قدر صفراء اور حرارت کی کمی ہوگی یعنی رطوبات زیادہ ہوں گی اسی قدر اس بخار میں جاڑا سردی زیادہ لگے گی بخار دیر تک رہے گا۔ اور دیر میں اترے گا۔

ان حقائق کو جناب حکیم کبیر الدین بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس عجیب کتاب کے صفحہ 30 کے دوسرے پیراگراف میں لکھتے ہیں:

''تپ بلغمی میں جس قدر صفراء کی آمیزش زیادہ ہوتی ہے، اسی قدر اس کی نوبت کی مدت چھوٹی ہوتی ہے، اور باری جلد ختم ہو جاتی ہے''۔

ایک اور دلیل یہ ہے کہ انہوں نے صفحہ 31 پر مستفیدین کے تحت (شیخ) کا بیان لکھا ہے: ''یہ بخار اگرچہ بوڑھوں، جوانوں اور بچوں سب کو لاحق ہوا کرتا ہے، لیکن زیادہ تر مرطوب مزاج یعنی بلغمی مزاج کے اشخاص میں پیدا ہوا کرتا ہے یا ان اشخاص کو لاحق ہوتا ہے جو ورزش نہیں کرتے اور آرام طلب ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بخار ان اشخاص میں بھی بکثرت لاحق ہوتا ہے جو بدہضمی میں مبتلا رہتے ہیں یا جو کھانا کھا

کروزش یا حمام کرتے ہیں یا جن کے معدے پر نزلہ گرتا رہتا ہے''۔[شیخ]

اس بیان کی توضیح جناب حکیم صاحب ممدوح اس طرح کرتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں بدن کے اندر بلغم افزائش ہو جاتی ہے اور غالباً اسی قرینہ کو دیکھ کر متقدمین نے اس قسم کے بخار کو بلغمی کہا ہے۔

اب اندازہ کیا جا سکتا ہے، جس کو جناب حکیم صاحب ممدوح اپنی شاندار تحقیقات بیان کر رہے ہیں وہ درحقیقت اجامیہ (ملیریا) کی حقیقت سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ان کی ایک اور گمراہی ملاحظہ ہو۔ کتاب کے صفحہ 48 کے نیچے آخری پیراگراف میں لکھتے ہیں: ''اس طرح گا ہے ایک بخار دوسرے بخار میں تبدیل بھی ہو جاتا ہے، مثلاً حمائے غب منتقل ہو کر مواظبہ ہو جاتا ہے۔ اور مواظبہ سے لازمہ مفترہ بن جائے۔ اس طرح اس کے برعکس مثلاً مواظبہ منتقل ہو کر غب بن جائے یا لازمہ منتقل ہو کر دائرہ بن جائے''۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک بخار دوسرے بخار میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جیسے فرنگی ڈاکٹر تسلیم کرتے ہیں کہ ٹائی فائیڈ (محرقہ بطنی) نمونیہ (خلت الریہ) ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں متضاد بخار ہیں اور پھر ٹائی فائیڈ کے جراثیم کیسے نمونیہ کے جراثیم بن جاتے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امعاء کی بیماری پھیپھڑوں میں گھس جاتی ہے، اگر ایسا ہو جائے تو یقیناً ٹائی فائیڈ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک بخار دوسرے میں بدل جائے تو پہلا بخار فطرۃً اور قدرۃً بدل جائے گا۔ علاج میں بھی تو یہی کیا جاتا ہے کہ ادویات سے اخلاط کے مزاج میں کمی بیشی کر دی جاتی ہے اور جسم انسان کی کیفیات بدل جاتی ہیں، کیونکہ بالضد ادویات دی جاتی ہیں۔ جناب حکیم صاحب موصوف نے یہ صورت اس لئے اختیار کی ہے کہ وہ ملیریا میں مختصر اخلاط کے بخاروں کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں تا کہ ان کی تالیف ایک زبردست تحقیق اور شاہکار کا مقام حاصل کر لے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے قانون اور اصول چھوڑ کر طب قدیم کو الٹی چھری سے فرنگی طب پر قربان کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ جو کچھ بھی ہم نے لکھا ہے صرف ماہیت ملیریا کے متعلق لکھا ہے اور بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اگر تفصیل کے ساتھ لکھتے تو ہم ملیریا کے تمام بخاروں پر ایک ایک کر کے بحث کرتے جو جناب حکیم کبیر الدین نے غلط طور پر بیان کی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کی علامات و علاج اور حفظ صحت و بیماری اور اغذیہ وادویہ ہر مقام پر بے شمار اغلاط و گمراہیاں اور بے علمی کے مظاہرے ہیں جن کا اندازہ قارئین ہمارے اس نقد و نظر سے لگا سکتے ہیں۔

جو کچھ ہم نے ملیریا کے متعلق تحقیقات پیش کی ہے ان کو سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو جو نسخے انہوں نے لکھے ہیں سب کے سب بالکل اسی طرح غلط ہیں جس طرح کونین سے ملیریا کا علاج کرنا غلط ہے۔

جناب حکیم کبیر الدین نے بھی کونین کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر سوائے حمیات اجامیہ میں مفید بتانے کے نہ اس کا مزاج لکھا ہے اور نہ ہی اس کے اثرات وافعال اور دیگر خواص سے بحث کی ہے۔ البتہ اس کے مضر اثرات کا ذکر ضرور کیا ہے، کونین کا ذکر بر کین کے نام سے کرتے ہیں، افسوس اس دواء کے مضر اثرات بیان کرتے ہوئے یہ نہیں سمجھا کہ یہ ملیریا کے لئے کس حد تک مفید ہے اور اس کے استعمال سے کیسے خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں۔

برکین کے مضر اثرات

جناب حکیم کبیر الدین صاحب لکھتے ہیں: ''اگر برکین کو زیادہ مقدار میں استعمال کیا جائے یا عرصہ تک استعمال کیا جائے تو کانوں میں مختلف قسم کی آوازیں آنے لگتی ہیں، دل دھڑکنے لگتا ہے اور بدن کانپنے لگتا ہے، بے خوابی اور بے چینی بڑھ جاتی ہے، سر بھاری معلوم ہونے لگتا ہے۔

اگر برکین بہت زیادہ مقدار میں استعمال کی جائے تو اس سے قوت بصارت میں خلل واقع ہو جاتا ہے، بینائی کمزور ہو جاتی ہے، چال لڑکھڑانے لگتی ہے، سر میں درد شدید ہونے لگتا ہے، اور ہذیان ہو کر مریض بالکل بے ہوش ہو جاتا ہے، اور گاہے انتہائی ضعف کی حالت میں قلب یا تنفس کے بند ہو جانے سے مریض کی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگرچہ برکین کا استعمال ترک کر دینے سے مذکورہ خطرناک علامات بہت جلد رفع ہو جاتی ہیں، لیکن گاہے کانوں اور آنکھوں کی علامتیں باقی رہ جاتی ہیں، یعنی کانوں میں مختلف قسم کی آوازیں آتی رہتی ہیں اور ان سے اونچا سننے لگتا ہے اور بینائی کم ہو جاتی ہے۔

گاہے پرانے حمیات اجامیہ میں برکین کے کثرت استعمال سے بول الدم (خون آلود پیشاب) کی شکایت ہو جاتی ہے۔

کونین کے اس قدر خوفناک اثرات بیان کر کے پھر بھی فرماتے ہیں: ''الغرض مذکورہ بالا مضر اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے برکین کو احتیاط سے استعمال کریں۔ اور جو مریض یا مریضہ اپنی نازک مزاجی کی وجہ سے برکین کی برداشت نہ کر سکتے ہوں ان کو کوئی دوسری دوا استعمال کرائیں''۔

جناب حکیم صاحب موصوف کا کونین سے صحت یابی اور افادیت پر اس قدر یقین ہے کہ باوجود اس کے اس قدر شدید اور خوفناک مضر اثرات کے بھی کونین استعمال کرنے کی تلقین کرتے ہیں گویا طب قدیم میں اس پائے کی کوئی دوا نہیں ہے۔ یا طب قدیم میں میں اس دوا کی طرح کی کوئی کامیاب دوا نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب حکیم صاحب اس قدر فرنگی طب سے متاثر ہیں کہ وہ اس کے مقابلے میں طب قدیم کو گھٹیا، فضول اور غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان کے عقائد میں یہ بات پختہ ہو چکی ہے کہ طب قدیم کی تجدید صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ فرنگی طب کو اپنے اندر جذب کر لے۔ جیسا کہ وہ اپنی تالیفات میں کر کے دکھا رہے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے تو پھر طب قدیم کا کیا بنے گا جس کے بنیادی قوانین کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ طب قدیم کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا جائے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح اس سے ہمیشہ کے لئے رہائی مل جاتی ہے۔

کس قدر مقام افسوس ہے کہ جو لوگ فن کے مجدد و محقق اور امام بننے کی خواہش رکھتے ہیں ان کے علم و فن کا یہ حال ہے کہ اپنے علم و فن پر عبور نہیں ہے، فرنگی سائنس اور ریسرچ سے آگاہ نہیں ہیں، تو بھلا علم و فن طب کی کیا خدمت ہو سکتی ہے۔ نتیجہ اس کا جو نکلنا تھا وہ ظاہر ہے کہ گزشتہ تیس چالیس سالوں میں جو طبیب پیدا ہوتا ہے ڈاکٹر بننے کی کوشش کرتا ہے اور پاکستان و ہندوستان کے طبیہ کالجوں میں فرنگی طبیب

پیدا کئے جاتے ہیں۔ دونوں ملکوں کی اکثریت ایسے فرنگی طبیبوں سے بہت پریشان ہے۔ اگر یہی سلسلہ قائم رہا تو تھوڑے عرصہ بعد قانونی طور پر دونوں ملکوں کی حکومتیں آیورویدک اور طب کو ختم کر دیں گی کہ اگر فرنگی ادویات ہی استعمال کرنا ہیں تو پھر اس مقصد کے لئے فرنگی ڈاکٹر ہی مناسب ہیں۔ دیسی معالج جو برائے نام رہ گئے ہیں ان کو ختم کر دیا جائے۔ اگر حکومتوں کو دیسی ادویات پر تحقیقات کرنا ہوں گی تو وہ فرنگی ڈاکٹروں سے کرالیں گے اور وہ تحقیق پھر ایسی ہوگی جیسے ماشاءاللہ ''اجملین'' (سرگندہ) کی ہوئی ہے۔ یعنی اجزاءِ مؤثرہ ہی سامنے آئیں گے اور ان کے مزاج و کیفیات ختم ہو جائیں گی۔ اگر یہ تحقیقات یورپ میں شروع کرائی گئیں تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ پہلے ہی یورپ و امریکہ سے جو ادویات آتی ہیں ان کے اخراجات حکومتیں برداشت نہیں کر سکتیں، پھر اس مزید بوجھ کو کیسے برداشت کیا جائے گا۔ اب اہل فن اور صاحب علم خود اندازہ لگالیں کہ طب قدیم کیا شے تھی اور اس کا رُخ ان فرنگی طبیبوں نے کس طرف کر دیا ہے۔

اب بھی وقت ہے، اطباء و حکماء اور اہل فن و صاحب علم غور کریں۔ صحیح معنوں میں طب یونانی کو سمجھیں جس کی تذلیل کے لئے فرنگی نے اس کا نام طب قدیم رکھوا دیا ہے۔ جس میں قدامت ہے وہ آج سو فیصدی صحیح ہے اور اس میں زبردست قوت شفا ہے۔ آپ لوگ آج میرے گرد اگر داکٹھے ہو جائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کل طب کا مقام فرنگی طب سے بلند ہو جائے گا اور حکومت بھی اس کو فوراً تسلیم کر لے گی۔ حقیقت پر ہی غور و فکر کرنے سے نتیجہ صحیح نکل سکتا ہے۔

ضمیمہ

امیونٹی-مناعت

حقیقت مناعت

مناعت وہ قوت مدافعت ہے جو ہر حیوان کے جسم وترکیب ساخت میں ابتدائی زندگی سے پائی جاتی ہے۔ جو اس کے عوارض زندگی کے کسی واقعہ کے اثر سے مرتب نہیں ہوتی۔ مثلاً ادنیٰ قسم کے حیوانات طبعاً مرض کے اثرات سے محفوظ ہیں، اور بعض امراض جو عموماً انسان کو متاثر کردیتے ہیں ادنیٰ حیوانات پر بے اثر ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان بھی بہت سے ایسے امراض سے طبعاً غیر متاثر اور محفوظ رہتے ہیں جن میں حیوانات گرفتار ہوجاتے ہیں۔

یہ طبعی مناعت عموماً ایک جنس کے تمام انواع اور افراد میں یکساں طور پر موجود ہوتی ہے، مگر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ مثلاً بعض بچے چیچک سے قدرتاً محفوظ رہتے ہیں۔ حالانکہ اکثر بچے اس مرض میں ضرور گرفتار ہوتے ہیں۔ اس طرح بعض اقوام مخصوص امراض سے بہ شدت متاثر ہونے کی استعداد رکھتے ہیں، جیسے فرنگی جو خاص طور پر سرد علاقوں کے رہنے والے ہوتے ہیں ملیریا بخار کو قبول کرنے کی شدید استعداد رکھتے ہیں۔

عام حالات میں ہر زندہ جسم مخالف اسباب وذرائع سے متعدی اثرات سے امراض میں گرفتار ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ گندے موادوزہریلے اثرات اور جراثیم ہوا و ماحول اور ماکول ومشروب میں اکثر پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری جلد اور مجریٰ غذا بھی ہر وقت ان اشیاء سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود اس عالمگیر کثرت کے ہم عموماً جراثیم کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان جراثیم کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے بعض کارگر اور نہایت یقینی قدرتی وسائل امن اور فطری اسباب مدافعت ہمارے جسم میں موجود ہیں۔ جب یہ وسائل واسباب کمزور یا ناکافی ہوتے ہیں تو انسان امراض اور متعدی بیماریوں میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ اسی قوت مدافعت اور مقابلہ کو ہم امیونٹی یا مناعت کہتے ہیں۔ جب مناعت کی قابلیت، مقابلہ اور مدافعت کی قوت اور عمل نہیں رہتا تو اس کو استعداد مرض کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب کوئی متعدی مرض قدرتی طور سے شفا بغیر دوا حاصل کرتا ہے یا بالفاظ دیگر ایسا مرض جس میں بلا علاج شفا حاصل ہوتی ہے اس وقت بھی ایک مخصوص ومناسب درجے کی ''مناعت'' ہوتی ہے جو جراثیم کو فنا اور مواد کو تحلیل کردیتی ہے۔

مناعت (امیونٹی) کی اہمیت حفظ ماتقدم اور علاج الامراض دونوں میں مسلم ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ دونوں صورتوں کو (تحفظ مرض علاج مرض) حاصل کرنے کے لئے نہایت تیر بہدف اور یقینی مصنوعی طریقے اور ذرائع اس قدرتی عمل مناعت کو تحریک دے کر یا اس کی نقل کرکے یا اس کے عمل کو زیادہ تیز کرکے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اس کی مثال خناق وبائی کا نیا طریقہ علاج ہے جو تریاق جراثیمی (اینٹی

ہسٹا سین) سے کیا جاتا ہے۔ اس طریق پر اس مرض کا علاج کیا جاتا ہے یا کیا جاسکتا ہے، جس میں ماء الدم (سیرم) میں مناعت کی تربیت یا تقویت پیدا کر کے تحفظ مرض اور علاج مرض کیا جاسکتا ہے۔ اس میں چیچک کا ٹیکہ (انا کولیشن) بھی شامل ہے۔

فرنگی طب میں مناعت

افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ باوجود اس قدر تجارب اور ماڈرن سائنس کے کمال دعووں کے فرنگی طب اب تک مناعت کی مخصوص قوتیں معلوم نہیں کرسکی۔ کیونکہ اس کے سامنے صرف ایک ہی طریق کار ہے کہ وہ ماء الدم (سیرم) میں قوت مناعت کو تربیت دے کر یا بڑھا کر اس سے کام لیتی ہے۔ جو اکثر مقام پر ناکام بلکہ نقصان رساں رہتا ہے۔ اس لئے یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ مناعت کا کوئی خاص صحیح اور غیر مبدل معیار فرنگی طب میں قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ نظام جسم کی ساختوں کا باہمی عمل ایک نہیں ہے بلکہ بالکل مختلف ہے جس کے ہر عضو کی ساخت یا دیگر الفاظ میں خلیات اور انسجہ مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی اغذیہ اور ضروریات رکھتے ہیں، اس لئے ایک ہی قسم کی مناعت ہر ایک کے لئے کبھی مفید نہیں ہوسکتی ہے جس کی مثال درج ذیل ہے۔

اگر متعدد حیوانات میں عمل تلقیح (انا کولیشن) کے ذریعے کسی جراثیمی کاشت کی مساوی مقدار داخل کردی جائے تو نتیجہ مختلف ہوگا۔ یعنی ایک حیوان میں تو مرض کے آثار بالکل نمودار نہ ہوں گے۔ دوسرے حیوان میں مقام تلقیح (ٹیکہ) پر خفیف التہاب کی علامات نمودار ہوں گی۔ تیسرے حیوان میں التہاب پھیل جائے گا اور بالآخر پیپ پیدا جائے گی یا غانغرایا (گنگرین) کی نوبت پہنچ جائے گی۔ چوتھے میں مہلک عمومی متعدی پن (جنرل انفکشن) پیدا ہو جائے گا۔ الغرض ہر حیوان اپنے مخصوص درجہ حرارت کے باعث محفوظ رہے گا جو اپنی استعداد ذاتی کے تناسب سے متاثر ہوگا۔ مزید برآں یہ ہے کہ بعض حیوان معمولی درجہ کی سمیت والے جراثیم کے مقابلے میں تو انتہائی مناعت کا اظہار کرسکتے ہیں مگر جب یہی جراثیم زیادہ سمیت حاصل کر کے (افزائش سمیت کے بعد) حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو وہی حیوان انتہائی استعداد اور قابلیت ظاہر کرتا ہے اور ان سے سخت متاثر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی خاص جرثومہ یا سمیت کے متعلق ہر حیوان کی مناعت (امیونٹی) اور اس کی استعداد (سسیپٹے بیلیٹی) پر داخلی اور خارجی حالات کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔ امراض حفظ ماتقدم کے لئے ان حالات واسباب کا علم انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان تقریباً ہر قسم کے جراثیم کے مقابلہ اور مدافعت کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کی مناعت فطر تاً رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دق وسل (ٹی بی) سے طبعاً محفوظ رہ سکتا ہے۔ البتہ جب انسان کی یہ مناعت مقامی وعمومی اور جسمی اسباب کی وجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت حیات (وائیٹلیٹی) کمزور ہو جاتی ہے، تو اس وقت انسان متعدی امراض یا دیگر امراض کا شکار بن جاتا ہے۔

اسباب استعداد مناعت

فرنگی طب میں استعداد مناعت دو قسم کی ہوتی ہے یعنی عمومی مناعت اور مقامی مناعت۔

عمومی مناعت کی اقسام

(۱) خشکی اور رطوبت (۲) فاقہ اور سدہ تغذیہ (۳) عمری استعداد (۴) سیلان خون (۵) بعض قسم کے زہر (سمیات) خاص طور پر الکوحل (۶) خراب اور متعفن ہوا (۷) تخذیر (بے حسی) (۸) شر کی اثرات۔

مقامی مناعت

(۱) زخم وخرب (۲) کیمیاوی مواد کی خراش (۳) انتہائی سرد یا انتہائی گرم اشیاء و ماحول (۴) خون کی کمی تمام اسباب مناعت اپنی

جگہ درست ہیں۔لیکن جہاں تک تری کی زیادتی اور گرمی کی کمی کا تعلق اور خاص طور پر عضوی خرابی یا بے اعتدالی قوت مناعت کو کمزور اور خراب کر دیتے ہیں۔اس لئے ان کو اوّلیت کا دینا چاہئے۔

مناعت اور قوت حیات

فرنگی طب جس چیز کو مناعت کہتی ہے وہ دراصل مناعت نہیں ہے، وہ قوت حیات (وائٹیلیٹی) ہے، اس کا تعلق قوت دم (بلڈ وائٹیلیٹی) یا قوت ماء الدم (سیرم وائٹیلیٹی) کے ساتھ ہے۔خلیات وانسجہ اور اعضاء کے ساتھ نہیں ہے۔کیونکہ قوت ماء الدم ایک ہی قسم کی پیدا یا تقویت یا ترکیب دی جاسکتی ہے اور مختلف خلیہ وانسجہ اور اعضاء کے لئے کبھی موثر نہیں ہوسکتی۔کسی قیمت پر عضو کے لئے مفید نہیں ہوسکتی۔البتہ ہر عضو کی طرف خون اور خون کی رطوبت ضرور پہنچا دیتی ہے۔

مناعت یا قوت مدافعت کا تعلق خلیات وانسجہ اور اعضاء کے ساتھ ہے، جو اپنی الگ الگ مناعت (امیونٹی) تیار کرتے ہیں۔ فرنگی طب نہ مناعت سے واقف ہے اور نہ ہی مناعت اور قوت مدبرہ بدن سے آگاہ ہے۔اگر وہ اس فرق کو سمجھتی ہے اور ان اثرات سے واقف ہے تو بیان کرے۔ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بیان نہیں کرسکتی۔

فرنگی طب اگر بیان کرسکتی ہے یا سمجھتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کو جرم تھیوری سے انکار کرنا پڑے گا۔کیونکہ امراض کا باعث پھر جراثیم نہیں رہ سکتے۔اس کو لامحالہ ایک بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ خلیات وانسجہ اور اعضاء کی قوت مناعت کو پورے طور پر سمجھتی ہے جو کہ خراب ہوئے بغیر امراض پیدا نہیں ہوسکتے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جراثیم باعث امراض نہیں ہیں۔یہ ہے ہماری تحقیقات کا جادو جو سر چڑھ کر اثر کرتا ہے۔مناعت (امیونٹی) اور قوت حیات (وائٹیلیٹی) کے متعلق ہماری مزید تحقیقات درج ذیل ہیں۔

حقیقت مناعت

فرنگی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بیک وقت تمام انسانوں کو کوئی ایک مرض اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے اندر امیونٹی (امنیت) ہوتی ہے۔جس کو ہم مناعت یا قوت مناعت یا قوت مدافعت عضو کہتے ہیں۔اور یہ امنیت مرض کا مقابلہ کرتی رہتی ہے لیکن ان کو یہ پتہ نہیں کہ یہ امنیت دراصل کیا ہے، اور کہاں پیدا ہوتی ہے۔جاننا چاہئے کہ یہ امنیت یا مناعت کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو خون میں پائی جاتی ہو بلکہ یہ طاقت اعضاء میں پائی جاتی ہے۔اور ہر قسم کے اعضاء اور جدا جدا قسم کی ہوتی ہے۔جس کا ثبوت یہ ہے کہ جیسے مختلف اقسام کے جراثیم یا مختلف اسباب مختلف اعضاء پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح مختلف اعضاء کی امنیت ان کا مقابلہ کرتی ہے اور جسم کو امراض سے محفوظ رکھتی ہے۔جب اعضاء ثابت کرسکتے ہیں کہ امنیت اعضاء کے علاوہ خون میں یا کہیں اور پیدا ہوسکتی ہے، اگر وہ ثابت کر دیں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے ہمارا چیلنج ہے کہ وہ ایسا نہیں کرسکتے اسی صورت میں یہی لازم آتا ہے کہ علاج میں بجائے قاتل جراثیم ادویات کے اعضاء کو درست کرنا چاہئے۔

امنیت یا مناعت کے لئے یہ امر ذہن نشین کرلیں کہ طب میں قوت کا مرکز روح طبعی کو تسلیم کیا گیا ہے۔اس روح کے تین اقسام ہیں:

(۱) **روح طبعی:** جو جگر میں ہوتی ہے، اس کا عمل دخل غدد میں ہوتا ہے۔

(۲) **روح نفسانی:** جو دماغ میں ہوتی ہے اور اس کی تحریک اعصاب میں ہوتی ہیں۔

(۳) **روح حیوانی:** جو قلب میں ہوتی ہے جس کے افعال واثرات میں عضلات کام کرتے ہیں، بس یہی ارواح ان اعضاء میں ان

کے قوئ کو قائم رکھتی ہیں اور یہی ان کی امنیت ہے۔ جب ان ارواح کے مزاج میں خرابی واقع ہوتی ہے، اس سے اعضاء کے قوئ اور ان کی امنیت خراب ہو جاتی ہے۔

روح طبعی کی پیدائش خون سے ہوتی ہے، اور خون اخلاط کا مرکب ہے، اخلاط عناصر سے مرکب ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ ارواح اور قوئ کی ترکیب میں آگ ہوا اور پانی شامل ہیں۔ ان ہی کے اعتدال سے جہاں خون اور ارواح کا قوام قائم رہتا ہے وہاں قوئ اور اعضاء میں طاقت رہتی ہے۔ بس یہی امنیت (امیونٹی) مناعت اور قوت مدافعت اعضاء ہے جس کی حقیقت سے فرنگی طب کلی طور پر ناواقف ہے۔

قوت مدبرہ بدن

قوت مدبرہ کے متعلق بھی فرنگی طب تو کیا دُنیا کا کوئی طریق علاج بھی واقف نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی حقیقت بیان کر دینا ضروری ہے۔ جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں جو مختلف قوتیں مختلف اعضاء بلکہ ہر خلیہ وحیوانی ذرّہ اور نسیج میں کام کر رہی ہیں وہ تمام مفرد اعضاء اعصاب وعضلات اور غدد کے ماتحت کام کر رہی ہیں اور ان مفرد اعضاء کے مرکز دل و دماغ اور جگر ہیں جن کی قوتیں ارواح کے ماتحت ہیں۔ یہ ارواح یعنی روح حیوانی، روح نفسیاتی اور روح طبعی تینوں روح طبعی کے ماتحت ہیں۔ جس طرح تمام جسم کو غذا ایک خون سے ملتی ہے، اسی طرح جسم ایک روح طبعی سے ایک نظام میں رہتا ہے، روح طبعی جو نظام قائم رکھتی ہے اس نظام کا نام طبعیت مدبرہ بدن ہے۔ جب روح طبعی کا اعتدال قائم نہیں رہتا تو یہ نظام بھی بگڑ جاتا ہے۔ جس کو ہومیوپیتھی نے روح کا بیمار ہونا کہا ہے۔

قوت مدبرہ بدن اپنے افعال کس طرح انجام دیتی ہے اس کو سمجھنے کے لئے کیفیات اور مزاج کی طرف سے شروع کریں۔ کیونکہ یہی انسان کے اندر ابتدائی محرکات ہیں، یعنی جسم انسان جو کوئی شے یا امر اندرونی طور پر یا بیرونی طور پر مادہ یا روح کی صورت میں اثر کرتا ہے، تو اس کا اثر کیفیات بلکہ ایک مزاج کی صورت میں ہوتا ہے یعنی اثر گرمی وسردی اور تری وخشکی کی صورت میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ اثر کبھی صرف گرمی یا صرف سردی یا صرف خشکی کی صورت میں نہیں ہوتا، بلکہ مرکب صورت ہوتا ہے۔ جیسے گرمی تری، خشکی سردی، تری اور سردی خشکی۔ دو مرکب کیفیات ہیں ان ہی کو طب میں مزاج کہتے ہیں، چونکہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہر کیفیت کسی نہ کسی عضو سے متعلق ہے، یعنی گرمی کا تعلق غدد سے تری کا تعلق اعصاب سے اور خشکی کا تعلق عضلات سے ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ پانی کا تعلق اعصاب سے، عضلات کا تعلق ہوا سے، اور غدد کا تعلق آگ سے ہے۔ ان حقائق سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ جب کوئی شے یا امر جسم پر اثر کرتا ہے جس طرح وہ مرکب کیفیات یعنی مزاج کے ساتھ اثر کرتا ہے اسی طرح وہ بجائے ایک مفرد عضو کے دونوں پر اکٹھا اثر کرتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کا پہلا اثر عضوی اور دوسرا دموی ہوتا ہے یا پہلے اثر کو مشینی اور دوسرے اثر کو کیمیاوی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی کوئی شے یا امر جسمانی یا روحانی طور پر صرف اعصاب یا صرف عضلات یا صرف غدود پر اثر نہیں کرے گا۔ یہ اثر اعصابی عضلاتی یا اعصابی غدی یا عضلاتی غدی ہوگا۔

طب میں مزاج بیان کرنے میں بھی یہی کمال ہے جس کو فرنگی طب اور ماڈرن سائنس سمجھ نہیں سکی۔ یعنی جب طب میں کسی شے یا امر اور مادہ یا روح وغیرہ اپنا اثر کرتے ہیں تو اس کا اثر مشینی (مکینیکل) اور کیمیاوی (کیمیکل) دونوں بیک وقت ہوتے ہیں۔ جن کو وہ مزاج کی صورت میں بیان کرتی ہے۔ یعنی گرم وتر وگرم خشک اور سرد تر وسرد خشک اور اس کے برعکس بھی بیان کیا جا سکتا ہے، تر گرم وخشک گرم

اور تر سرد اور خشک سرد۔ لیکن الٹا بیان کرنے کی بجائے طب کی کیفیات کے درجے مقرر کر دیئے ہیں۔ جو چار درجے تک ہیں، اور ان ہی کی کمی بیشی سے تقدم و تاخر کا پتہ چل جاتا ہے جس سے اس کی مشینی اور کیمیاوی صورتیں سامنے آ جاتی ہیں۔ یعنی جس کیفیت میں تیزی اور زیادتی ہوتی ہے وہ عضوی یا مشینی ہوتی ہے۔ اور جس میں ہلکا پن اور کمی ہوتی ہے وہ دموی یا کیمیاوی ہوتی ہے۔ اور اس کا تعلق دوسرے عضو کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ جب کوئی شے یا امر جسم پر اثر کرتا ہے تو اس کا مشینی اثر کسی ایک عضو پر شروع ہو تو اس کے فعل میں تیزی ہوتی ہے، اور اس کا کیمیاوی اثر جسم کے دیگر عضو پر اثر انداز ہو کر اس کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا پہلا اثر اگر مرض تصور کر لیں تو دوسرا اثر اس لئے شفاء ہے یہی مرض و شفا اور عمل و ردِ عمل کے افعال اعضاء سے روح تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس میں تیزی ہوتی ہے، وہ غالب رہتا ہے اور اس طرح جسم اور روح کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ ان ہی حقائق پر زندگی اور صحت منحصر ہے۔ جو نظام ان اعمال کو قائم رکھتا ہے، اس کا نام قوت مدبرہ بدن ہے۔

ہومیوپیتھی جو علاج بالمثل کام کر رہی ہے وہ ادویات کی حد تک بالمثل ضرور ہے، کیونکہ مرض کی حالت میں ان ہی علامات کے تحت وہ دواء دی جاتی ہے جس دوا میں اس مریض کی علامات پائی جائیں، لیکن دراصل وہ بالمثل بلکہ دوسرے عضو یا ردِ عمل (ری ایکشن) کے افعال تیز ہو جاتے ہیں جو اس کو کنٹرول کر رہا ہے اور یہی اس کے لئے شفاء ہے، ہمارے طریق علاج میں بھی یہی صورت کام کر رہی ہے۔ یعنی جب ہم دیکھتے ہیں کہ جب عضو کا فعل تیز ہے تو ہم اس کے بعد والے عضو کا فعل تیز کر دیتے ہیں جس میں سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری قوت اور روح پیدا ہو جاتی ہے اور مرض رفع ہو کر شفا ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم علاج میں جہاں تک شفاء کا تعلق نہ ہو صرف ہومیوپیتھی سے مماثلت رکھتے ہیں، بلکہ اس کی نسبت بہت جلد جسم و روح کے اعتدال کو قائم کر دیتے ہیں۔ یہی صورت طب کے مزاج میں بھی قائم ہے، یعنی جب ہم ان کے مزاج بدلتے ہیں تو اس کے مشینی اثر کو بدل کر کیمیاوی اثر کو تیز کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کی صورت آیورویدک میں بھی ہے۔ یعنی ایک دوش کے بعد دوسرا دوش بدل دیتے ہیں۔ ان کے تین دوشوں میں کف زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس کا کیمیاوی اثر وات کی طرف جاتا ہے، ہم وات کو بڑھانا شروع کر دیتے ہیں اور جب وات میں تیزی ہو جاتی ہے تو اس کا کیمیاوی اثر پت کی طرف جاتا ہے، ہم پت بڑھانا شروع کر دیتے ہیں اور جب پت میں شدت ہوتی ہے تو اس کا کیمیاوی اثر کف کی طرف ہوتا ہے، اور کف بڑھا کر پت کو شانت دے دیتے ہیں۔

یہی صورت نظریہ مفرد اعضاء میں بھی سمجھ لیں کہ جب اعصاب میں تیزی ہوتی ہے تو جسم میں بلغم و رطوبات اور کف بڑھ جاتا ہے۔ اس کا کیمیاوی اثر عضلات کی طرف ہوتا ہے۔ ہم عضلات کو تیز کر دیتے ہیں۔ جب عضلات میں تیزی ہوتی ہے تو سوداء و ریاح اور وات بڑھ جاتا ہے، اس کا کیمیاوی اثر غدد کی طرف ہوتا ہے، ہم غدد کے فعل میں تیزی کر دیتے ہیں، جب غدد میں تیزی ہوتی ہے تو صفراء و حرارت اور پت بڑھ جاتا ہے، جس کا کیمیاوی اثر اعصاب کا تیز ہونا ہے۔ اس کا یہ عمل مشینی و کیمیاوی، عمل و ردِ عمل اور مرض و شفا کی صورتیں فطری طور پر قائم رہتی ہیں۔ فطرت کبھی نہیں بدلتی کیونکہ وہ سنت اللہ ہے اور قدرت کے قبضہ میں ہے۔ یہ ہے ہمارا وہ فطری طریقہ شفا ہے جس کا عشر عشیر بھی فرنگی طب کے پاس نہیں ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم فوراً اس کو اپنا کر کے دُنیا میں پھیلا دیں اور فرنگی طب پر اپنا فوقیت ثابت کر دیں۔